# سورة الجمعه

﴿ایاتها ۱۱﴾ ﴿۶۲ سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ مَدَنِيَّةٌ ۱۱۰﴾ ﴿رکوعاتها ۲﴾

تمام کے قول میں یہ سورت مدنی ہے، اس کی گیارہ آیات ہیں۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سب سے بہتر دن جس پر سورج طلوع ہوتا ہے وہ یوم جمعہ ہے اس میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی، اس دن آپ کو جنت میں داخل کیا گیا، اسی دن اسے نکالا گیا اور قیامت بھی اسی روز قائم ہوگی'' (1)۔

آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہم قیامت کے روز آخر بھی ہیں، اول بھی ہیں۔ جو لوگ جنت میں داخل ہونگے ہم ان میں اوّل ہیں اس کے باوجود کہ انہیں ہم سے پہلے کتاب دی گئی انہوں نے آپس میں اختلاف کیا انہوں نے جس میں اختلاف کیا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حق کی ہدایت کی۔ یہ وہ دن ہے جس میں انہوں نے اختلاف کیا اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کی ہدایت عطا کی'' (2)۔ فرمایا: ''جمعہ کا روز آج ہمارے لیے ہے اگلا روز یہود کے لیے ہے اور اس کے بعد والا دن نصاریٰ کے لیے ہے''۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ①

''اللہ کی پاکی بیان کرتی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور ہر وہ چیز جو زمین میں ہے جو بادشاہ ہے نہایت مقدس ہے زبردست ہے حکمت والا ہے''۔

اس بارے میں گفتگو پہلے گزر چکی ہے۔ ابو العالیہ اور نصر بن عاصم نے اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ قراءت کی ہے۔ یہ سب مرفوع ہیں تقدیر کلام یوں ہے ھو الملكُ۔

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ②

''وہی (اللہ) جس نے مبعوث فرمایا امیوں میں ایک رسول انہیں میں سے جو پڑھ کر سناتا ہے انہیں اس کی آیتیں اور پاک کرتا ہے ان (کے دلوں) کو اور سکھاتا ہے انہیں کتاب اور حکمت اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے''۔

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: الامیون سے مراد تمام عرب ہیں خواہ ان

1۔ صحیح مسلم، کتاب الجمعه، فضيلة الجمعة، جلد 1، صفحہ 282 2۔ ایضا

میں سے کوئی لکھنا جانتا ہو یا لکھنا نہ جانتا ہو کیونکہ وہ اہل کتاب نہ تھے۔ ایک قول یہ کیا گیا: امی سے مراد وہ ہیں جو لکھنا نہیں جانتے۔ قریش اسی طرح تھے۔ منصور نے ابراہیم سے روایت نقل کی ہے کہا: امی وہ ہے جو پڑھنا لکھنا نہیں جانتا۔ سورۂ بقرہ میں یہ بحث گزر چکی ہے۔

**رَسُوْلًا مِّنْهُمْ** مراد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ عربوں میں سے کوئی قبیلہ ایسا نہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان سے رشتہ داری تھی سب کا آپ سے نسبی تعلق ہے۔ حضرت ابن اسحاق نے کہا: مگر بنی تغلب اس میں شامل نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے نصرانی ہونے کی وجہ سے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے پاک رکھا، انہیں آپ کے نسب سے تعلق نہیں۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے کوئی کتاب نہ پڑھی اور نہ کسی سے سیکھا۔ ماوردی نے کہا: اگر یہ سوال کیا جائے: احسان جتلانے کی وجہ کیا ہے(1)؟ اگر نبی امی کو مبعوث کیا؟ جواب تین طریقوں سے ہوگا۔ (۱) انبیاء نے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بشارت دی اس کے یہ موافق ہے۔ (۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال امیوں کے حال کے موافق ہے، ان کے ساتھ موافقت میں زیادہ قریب تھے۔ (۳) اس سوئے ظن کی نفی مقصود ہے کہ آپ ان چیزوں کی تعلیم دیتے ہیں جو کتابیں آپ نے پڑھی ہیں اور وہ حکمتیں جن کی آپ نے تعلیم دی ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ سب کچھ ان کے معجزوں کی اور نبوت کی صداقت کی دلیل ہے۔

**یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ** آیات سے مراد قرآن ہے۔ **وَ یُزَكِّیْهِمْ** اللہ تعالیٰ ایمان کے ساتھ ان کے دلوں کو پاکیزہ بناتا ہے(2)؛ یہ حضرت ابن عباس کا قول ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: آپ انہیں کفر اور گناہوں کی آلودگیوں سے پاک کرتے ہیں؛ یہ ابن جریج اور مقاتل کا قول ہے۔ سدی نے کہا: آپ ان کے اموال کی زکوۃ وصول کرتے ہیں۔ **وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ** کتاب سے مراد قرآن ہے۔ **وَ الْحِكْمَةَ** مراد سنت ہے؛ یہ حضرت حسن بصری کا قول ہے(3)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: کتاب سے مراد قلم کے ساتھ لکھنا ہے کیونکہ لکھنا عربوں میں شرع کی وجہ سے عام ہوا جب انہیں خط کے ساتھ علوم کو مقید کرنے کا حکم دیا گیا(4)۔ حضرت امام مالک بن انس نے کہا: حکمۃ سے مراد دین کی سمجھ ہے(5)۔ اس بارے میں گفتگو سورۂ بقرہ میں گزر چکی ہے۔

**وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۙ** قبل کا مضاف الیہ یا تو ضمیر ہے یا أن یُرسل الیهم ہے۔ یعنی آپ سے پہلے یا رسولوں کو مبعوث کرنے سے پہلے وہ حق سے بہت دور تھے۔

**وَّ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝**

"اور دوسرے لوگوں کا بھی ان میں سے (تزکیہ کرتا ہے، تعلیم دیتا ہے) جو ابھی ان سے آکر نہیں ملے اور وہی سب پر غالب، حکمت والا ہے"۔

---

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 6	2۔ ایضاً	3۔ تفسیر حسن بصری، جلد 6، صفحہ 155
4۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 6	5۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 7

وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ اس کا عطف الْاُمِّیّٖنَ پر ہے یعنی امیوں میں اور دوسرے لوگوں میں رسول بھیجا۔ یہ بھی جائز ہے اس کا عطف یُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمْ کی ضمیر پر ہو، یعنی انہیں تعلیم دیتا ہے اور دوسرے مومنوں کو تعلیم دیتا ہے کیونکہ تعلیم جب آخر زمانہ تک ترتیب وار ہوگی تو سب اوّل کی طرف منسوب ہوگی تو گویا تعلیم میں سے جو بھی چیز پائی گئی اس کی والی وہ پہلی ذات ہوگی۔

لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ وہ ان کے زمانہ میں نہیں وہ ان کے بعد آئیں گے۔ حضرت ابن عمر اور سعید بن جبیر نے کہا: مراد عجمی ہیں۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ سورۂ جمعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ ایک آدمی نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم یہ کون لوگ ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ اس آدمی نے ایک، دو یا تین دفعہ سوال دہرایا۔ اس آدمی نے کہا: ہم میں حضرت سلمان فارسی موجود تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ حضرت سلمان فارسی کے اوپر رکھا پھر فرمایا: ''اگر ایمان ثریا پر ہوا تو ان میں سے لوگ اسے پالیں گے'' (1)۔ ایک روایت میں ہے: ''اگر دین ثریا کے پاس ہوا تو فارس کا ایک آدمی یا فارس کے بیٹوں میں سے ایک اس تک جائے گا یہاں تک کہ اسے حاصل کرے گا''۔ الفاظ مسلم کے ہیں (2)۔ عکرمہ نے کہا: اس سے مراد تابعین ہیں (3)۔ مجاہد نے کہا: اس سے مراد سب لوگ ہیں یعنی عربوں کے بعد جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے؛ یہ ابن زید اور مقاتل بن حیان کا قول ہے (4)۔ دونوں نے کہا: اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد قیامت تک اسلام میں داخل ہونے والے افراد ہیں۔

سہل بن سعد ساعدی نے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کی پشتوں میں ایسے مرد اور عورتیں ہیں جو جنت میں حساب کے بغیر داخل ہونگے''۔ پھر اس آیت کی تلاوت کی وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ پہلا قول زیادہ پختہ ہے۔ یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میں اپنے آپ کو دیکھتا ہوں کہ میں سیاہ بکریوں کو سیراب کر رہا ہوں، پھر ان کے پیچھے مٹیالی بکریوں کو پانی پلاتا ہوں اے ابوبکر! اس کی تاویل کیجئے''۔ عرض کی: یا رسول اللہ! جہاں تک سیاہ بکریوں کا تعلق ہے اس سے مراد عرب ہیں جہاں تک مٹیالی بکریوں کا تعلق ہے عربوں کے بعد عجمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''فرشتے (جبریل امین) نے بھی یہی تاویل کی ہے''۔ ابن ابی لیلی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی سے روایت کی ہے: اس سے مراد حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ ہیں (5)۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۝

''یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے عطا فرماتا ہے اسے جسے چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ صاحب فضل عظیم ہے''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: فضل سے مراد ہے عجم کو قریش کے ساتھ ملا دیا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: مراد اسلام ہے (6)،

---

1۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۂ جمعہ، جلد 2، صفحہ 727
2۔ صحیح مسلم، فضائل الصحابہ، فضائل اہل فارس، جلد 2، صفحہ 312
3۔ زاد المسیر، جلد 4، صفحہ 51
4۔ معجم الطبرانی، جلد 6، صفحہ 201، حدیث 6005
5۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 7
6۔ ایضاً

اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے؛ یہ کلبی کا قول ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: مراد وحی اور نبوت ہے؛ یہ مقاتل کا قول ہے۔ چوتھا قول ہے: اس سے مراد وہ مال ہے جو طاعت میں خرچ کرتا ہے؛ یہ ابو صالح کے قول کا معنی ہے۔ امام مسلم، ابو صالح سے وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مہاجر فقراء، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کی: مالدار لوگ بلند درجات اور ہمیشہ رہنے والی نعمتیں لے گئے۔ پوچھا: ''وہ کیا؟'' صحابہ نے عرض کی: وہ نماز پڑھتے ہیں جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں، وہ روزے رکھتے ہیں جس طرح ہم روزے رکھتے ہیں، وہ صدقہ کرتے ہیں، ہم صدقہ نہیں کرتے، وہ غلام آزاد کرتے ہیں اور ہم آزاد نہیں کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کیا میں تمہیں ایسی چیز کے بارے میں آگاہ نہ کروں جس کے ذریعے تم سبقت لے جانے والوں کو پالو گے اور بعد والوں سے سبقت لے جاؤ گے اور تم سے کوئی افضل نہیں ہوگا مگر اسی صورت میں جب وہ اس طرح کا عمل کرے جیسا تم عمل کرتے ہو''۔ صحابہ نے عرض کی: کیوں نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! فرمایا: ''تم ہر نماز کے بعد تینتیس تینتیس بار سبحان اللہ، اللہ اکبر اور الحمد للہ کہا کرو'' (1)۔

ابو صالح نے کہا: مہاجر فقراء، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کی: ہم نے جو عمل کیا اس کے بارے میں خوشحال لوگوں نے سنا تو انہوں نے بھی اسی کی مثل کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے''۔

پانچواں قول لوگوں کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق میں اطاعت کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں داخل ہونا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنا ہے (2)۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۭ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

''ان کی مثال جنہیں تورات کا حامل بنایا گیا تھا پھر انہوں نے اس کا بار نہ اٹھایا اس گدھے کی سی ہے جس نے بھاری کتابیں اٹھا رکھی ہوں، (اس سے بھی زیادہ) بری حالت ہے ان لوگوں کی جنہوں نے جھٹلایا اللہ کی آیتوں کو اور اللہ تعالیٰ (ایسے) ظالموں کی راہنمائی نہیں کرتا''۔

جب یہودیوں نے تورات پر عمل کو ترک کر دیا اور وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایک مثال بیان فرمائی۔

**حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ** انہیں اس پر عمل کرنے کا مکلف بنایا گیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جرجانی نے کہا: یہ حمالہ سے مشتق ہے جس کا معنی کفالت ہے، یعنی انہیں تورات کے احکام کا ضامن بنایا گیا۔ **كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا** یہ سفر کی جمع ہے اس سے مراد بڑی کتاب ہے۔ جب اسے پڑھا جاتا ہے تو یہ معنی سے پردہ کو ہٹا دیتی ہے۔ میمون بن مہران نے کہا: گدھا نہیں جانتا کہ اس کی پشت پر کتابیں ہیں یا گوبر ہے یہودیوں کی بھی یہی حالت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے

1۔ صحیح مسلم، کتاب المساجد، استحباب الذکر بعد الصلوٰۃ، جلد 1، صفحہ 219	2۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 8

تنبیہ ہے کہ جو کتاب اٹھائے وہ اس کے معانی کو سیکھے، اس میں جو کچھ ہے وہ اس کو جانے تا کہ اسے بھی وہ مذمت لاحق نہ ہو جو انہیں لاحق ہوئی ہے۔ شاعر نے کہا:

زوامل للأسفار لا علم عندهم     بجيدها إلا كعلم الأباعر

لعمرك ما يدري البعيرُ إذا غدا     بأوساقه أو راح ما في الغرائر

کتابیں اٹھانے والے جنہیں ان میں سے عمدہ چیز کا علم نہیں ہوتا ان کا علم ایسا ہے جیسے اونٹوں کا علم ہوتا ہے۔ تیری زندگی کی قسم! اونٹ نہیں جانتا کہ بوریوں میں کیا ہے جب وہ اٹھائے جاتا ہے یا واپس آتا ہے۔ ایک اور شاعر نے کہا:

إن الرواة على جهل بما حملوا     مِثْلُ الجمال عليها يُحمل الوَدَعُ

لا الوَدْع ينفعه حمل الجمال له     ولا الجمال بحمل الوَدْع تنتفعُ

بے شک وہ راوی جو اس چیز سے ناواقف ہیں جس کے وہ حامل ہیں ان اونٹوں کی مانند ہیں جن پر ودیعتیں لادی گئی ہوں اونٹوں کا اس ودیعت کو اٹھانا اس امانت کو کوئی نفع نہیں دیتا اور نہ ہی امانت کا مال اٹھانے سے اونٹوں کو نفع ہوتا ہے۔

منذر بن سعید بلوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا اور خوب کہا:

إنْعِقْ بما شئت تجد أنصارًا     وزُمّ أسفارًا تجد حِمارًا

يَحملُ ما وضعت من أسفارِ     يحمله كمثل الحمار

يَحملُ أسفارًا له وما دَرَى     إن كان ما فيها صوابًا و خطا

إن سُئلوا قالوا كذا رَوَيْنَا     ما إن كَذَبْنا ولا اعتدَيْنَا

كبيرهم يصغر عنه الحَفْلِ     لأنه قَلّد أهل الجهل

جو چاہے تو آواز لگا تو مددگار پالے گا تو کتابوں کو کس کر باندھ لے تو گدھا پالے گا تو نے جو کتابیں باندھی ہیں وہ اسے اٹھا لیتا ہے جس طرح ایک گدھا اٹھاتا ہے وہ اسی طرح اٹھاتا ہے۔ وہ اپنی کتابیں اٹھاتا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ ان میں کیا صحیح ہے اور کیا غلط ہے۔ اگر ان سے پوچھا جائے تو کہتے ہیں: ہم نے اسی طرح روایت کیا نہ ہم نے جھوٹ بولا اور نہ ہم نے غلطی کی۔ ان کا بڑا بھی مجمع میں حقیر ہو جاتا ہے کیونکہ اس نے جاہلوں کو علم کا قلادہ پہنایا ہے۔

ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا انہوں نے اس پر عمل نہ کیا انہیں گدھوں کے ساتھ تشبیہ دی جبکہ تورات ان کے ہاتھوں میں ہے وہ اس پر عمل نہیں کرتے وہ گھر سے کتابیں اٹھاتے ہیں ان کے لیے بوجھ کے سوا کوئی چیز نہیں اور نہ ہی ان کے لیے کوئی فائدہ ہے۔ يحمل حال ہونے کی حیثیت سے منصوب ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ صفت ہونے کی حیثیت سے محل جر میں ہو کیونکہ الحمار جو معرف باللام ہونے کے باوجود نکرہ ہے جس طرح اللئیم نکرہ کے حکم میں ہے۔

ولقد أمُرُّ على اللئيم يَسُبّنِي میں کمینے کے پاس سے گزرتا ہوں جو مجھے گالیاں دیتا ہے۔ یہاں بھی اللئیم نکرہ کے حکم میں ہے۔

بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ مثل القوم یہ فاعل ہے اور مخصوص بالذم مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ہے تو اسم موصول سے پہلے مضاف محذوف ہے۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ اللہ تعالیٰ جس کے علم میں پہلے ہی موجود تھا کہ وہ کافر ہونگے انہیں ہدایت نہیں دیتا۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝

"آپ فرمائیے: اے یہودیو! اگر تم دعویٰ کرتے ہو کہ صرف تم ہی اللہ کے دوست ہو اور لوگ (دوست) نہیں تو ذرا مرنے کی آرزو تو کرو اگر تم سچے ہو۔ اور (اے حبیب ﷺ) وہ اس کی تمنا کبھی نہ کریں گے بوجہ ان اعمال کے جو وہ اپنے ہاتھوں پہلے بھیج چکے ہیں، اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ظالموں کو"۔

جب یہودیوں نے فضیلت کا دعویٰ کیا اور کہا: نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ (المائدہ: 18) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اولیاء کو عظمت وشان حاصل ہے۔ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ تا کہ تم بھی وہاں پہنچ جاؤ جہاں اولیاء اللہ پہنچے ہیں۔ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ۔ جو انہوں نے حضرت محمد ﷺ کی تکذیب کر رکھی ہے اس لیے وہ موت کی تمنا نہیں کریں گے۔ اگر وہ آرزو کرتے تو ضرور مر جاتے۔ اس میں ان کے قول کا بطلان ہے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیارے ہونے کا جو دعویٰ کیا تھا اس کا بطلان ہے۔ حدیث طیبہ میں ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: والذی نفس محمد بیدہ لو تمنوا الموت ما بقی علی ظهرها یهودی إلا مات اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! اگر وہ لوگ موت کی تمنا کرتے تو زمین پر کوئی یہودی باقی نہ بچتا وہ مر جاتا۔ اس میں غیب کی خبر ہے اور نبی کریم ﷺ کا معجزہ ہے۔ سورۂ بقرہ آیت 94 قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ میں بحث گزر چکی ہے۔

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

"آپ (انہیں) فرمائیے: یقیناً وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو وہ ضرور تمہیں مل کر رہے گی پھر لوٹا دیا جائیگا تمہیں اس کی طرف جو جاننے والا ہے ہر چھپے اور ظاہر کو، پس وہ آگاہ کرے گا تمہیں ان (اعمال) سے جو تم کیا کرتے تھے"۔

زجاج نے کہا: یہ نہیں کہا جاتا: ان زیدا فمنطلق یہاں ارشاد فرمایا: فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ کیونکہ الَّذِيْ میں شرط کا معنی موجود ہے، تقدیر کلام یوں ہوگی ان فررتم منہ فانہ ملاقیکم ان کا فرار انہیں کوئی نفع نہ دے گا اس پر دلالت میں مبالغہ ہے۔

زہیر نے کہا:

ومن هاب أسباب المنايا يَنَلْنَهُ ولو رام أسباب السماء بسُلَّمِ

جو آدمی موتوں کے اسباب سے ڈرتا ہے تو وہ اسے پالیتی ہیں اگرچہ وہ سیڑھی کے ذریعے آسمان کے اسباب کا قصد کرے۔ میں کہتا ہوں: یہ جائز ہے کہ کلام اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر مکمل ہو جائے:

الَّذِیۡ تَفِرُّوۡنَ مِنۡهُ پھر نئے سرے سے کلام شروع ہو فَاِنَّهٗ مُلٰقِیۡكُمۡ۔ طرفہ نے کہا:

وكفَى بالموتِ فاعلم واعظًا لِمَن الموتُ عليه قد قُدِرْ
فاذكر الموتَ و حاذر ذكرَهُ إنّ في الموت لذي اللُّبِّ عِبَرْ
كلُّ شيءٍ سوف يَلقى حتفَه في مقامٍ أو على ظَهرِ سَفَرْ
والمنايا حَولَه تَرصُدُه ليس يُنجيه من الموت الحَذَرْ

تو جان لے موت اس کے لیے نصیحت کرنے والی کافی ہے جس پر موت مقدر کر دی گئی ہے موت کو یاد کر یا اس کے ذکر سے بچ موت میں دانشمند کے لیے عبرتیں ہیں۔ ہر شی کسی قیام گاہ یا سفر میں اپنی موت سے ملاقات کرنے والی ہے۔ موتیں اس کے اردگرد اسے تاڑنے والی ہیں کوئی احتیاط موت سے اسے نجات نہیں دے سکتی۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا نُوۡدِىَ لِلصَّلٰوةِ مِنۡ يَّوۡمِ الۡجُمُعَةِ فَاسۡعَوۡا اِلٰى ذِكۡرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الۡبَيۡعَ‌ؕ ذٰ لِكُمۡ خَيۡرٌ لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ۞

''اے ایمان والو! جب (تمہیں) بلایا جائے نماز کی طرف جمعہ کے دن تو دوڑ کر جاؤ اللہ کے ذکر کی طرف اور (فوراً) چھوڑ دو خرید و فروخت یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم (حقیقت کو) جانتے ہو''۔

اس میں تیرہ مسائل ہیں:

**مسئلہ نمبر 1**۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا نُوۡدِىَ لِلصَّلٰوةِ مِنۡ يَّوۡمِ الۡجُمُعَةِ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور اعمش وغیرہ نے الجمعة میم کو ساکن کرتے ہوئے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ یہ دونوں لغتیں ہیں، ان دونوں کی جمع جمعہ اور جمعات آتی ہے۔ فراء نے کہا: الجُمْعَة (میم کے سکون کے ساتھ) الجُمُعَة (میم کے ضمہ کے ساتھ) اور الجُمَعة میم کے فتحہ کے ساتھ یہ یوم کی صفت ہے، یعنی یہ لوگوں کو جمع کرتا ہے جس طرح ضحکة اسے کہتے ہیں جو لوگوں کو ہنساتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: قرآن حکیم تثقیل و تفخیم کے ساتھ نازل ہوا ہے۔ اسے جُمُعہ پڑھا کرو یعنی میم مضموم ہے۔ فراء اور ابو عبیدہ نے کہا: تخفیف زیادہ مناسب اور اچھی ہے جس طرح غرفة سے غرف، طرفہ سے طرف، حجرة سے حجر جمع آتی ہے۔ میم کا فتحہ بنی عقیل کی لغت ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لغت ہے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اسے جمعہ کا نام دیا گیا ہے کیونکہ اس روز اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کو جمع کیا(1)۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اللہ تعالیٰ اس میں ہر شی کی تخلیق سے فارغ ہوا تو اس میں مخلوق جمع ہو گئیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس میں جماعتیں جمع ہوتی ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: لوگ اس میں نماز کے لیے جمع ہوتے ہیں۔ من، فی کے معنی

1۔ کنز العمال، جلد 7، صفحہ 709، حدیث 21039

میں ہے، یعنی '' دن میں '' جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ (فاطر: 40) یہاں بھی من - فی کے معنی میں ہے۔

**مسئلہ نمبر 2**۔ ابو سلمہ نے کہا: جس نے سب سے پہلے اما بعد کے الفاظ کہے وہ کعب بن لوئی تھا یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے جمعہ کو جمعہ کا نام دیا (1)۔ یوم جمعہ کو عروبہ کہا جاتا تھا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: سب سے پہلے انصار نے اسے جمعہ کا نام دیا۔ ابن سیرین نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ تشریف لانے سے قبل اور نماز جمعہ کی ادائیگی کا حکم آنے سے قبل جمعہ پڑھا اس کی وجہ یہ بنی کہ انصار نے کہا: یہودیوں کا بھی ایک دن ہے۔ جس میں وہ سب اکٹھے ہوتے ہیں ہر سات دنوں میں ایک دن ہے اور وہ ہفتے کا دن ہے۔ نصاریٰ کے لیے بھی اسی کی مثل ایک دن ہے۔ وہ اتوار ہے۔ آؤ ہم بھی جمع ہوں تاکہ ہم ایک دن مقرر کریں جس میں ہم اللہ کا ذکر کریں اور اس میں نماز پڑھیں یا جس طرح انہوں نے بات کی۔ انہوں نے کہا: ہفتہ کا دن، یہودیوں کے لیے ہے، اتوار نصاریٰ کے لیے ہے، تم وہ دن عروبہ کا معین کرلو۔ سب صحابہ حضرت اسعد بن زرارہ کے ہاں اکٹھے ہوئے حضرت اسعد بن زرارہ جو حضرت ابوامامہ کے والد تھے نے انہیں دو رکعت نماز پڑھائی اور انہیں نصیحت کی جب وہ جمع ہوئے تو انہوں نے اس کا نام یوم الجمعہ رکھ دیا۔ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے ایک بکری ذبح کی۔ انہوں نے رات کا کھانا بھی اسی سے کھایا اور دن کا کھانا بھی اسی سے کھایا۔ اسلام میں یہ پہلا جمعہ تھا۔

میں کہتا ہوں: روایت بیان کی جاتی ہے: وہ کل بارہ افراد تھے جس طرح روایت بیان کی جاتی ہے۔ اس روایت میں یہ بھی آیا ہے: جس صحابی نے سب کو جمع کیا اور انہیں نماز پڑھائی وہ حضرت اسعد بن زرارہ تھے۔ عبد الرحمن بن کعب بن مالک اپنے باپ کعب سے اسی طرح روایت نقل کرتے ہیں جس کا ذکر آنے والا ہے۔ بیہقی نے کہا: ہم نے موسیٰ بن عقبہ سے وہ ابن شہاب زہری سے وہ حضرت مصعب بن عمیر سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے مسلمانوں کو مدینہ طیبہ میں جمعہ پڑھایا۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ طیبہ آنے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ بیہقی نے کہا: یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ حضرت مصعب بن عمیر نے حضرت اسعد بن زرارہ کی مدد سے انہیں جمع پڑھایا ہے تو حضرت کعب نے اس امر کو حضرت اسعد کی طرف مضاف کیا۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

پہلا جمعہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو پڑھایا اہل سیر اور اہل تاریخ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرتے ہوئے آئے یہاں تک کہ قبا میں بنی عمرو بن عوف کے ہاں بروز پیر بارہ ربیع الاول چاشت کے وقت جلوہ افروز ہوئے۔ اسی سال سے تاریخ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں جمعرات تک مقیم رہے اور ان کی مسجد کی بنیاد رکھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز مدینہ طیبہ کے لیے نکلے تو نماز جمعہ کا وقت بنی سالم بن عوف کے ہاں ان کی وادی میں ہو گیا قوم نے اسی جگہ مسجد بنالی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جمعہ کی نماز پڑھائی اور انہیں خطبہ دیا۔ یہ وہ پہلا خطبہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں دیا۔ اس میں فرمایا: '' تمام تر تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، میں اس کی حمد کرتا ہوں، اس سے مدد کا خواستگار ہوں، اس سے بخشش کا

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 9

طالب ہوں، اس سے ہدایت کا سوال کرتا ہوں، میں اس پر ایمان لاتا ہوں، میں اس کے ساتھ کفر نہیں کرتا، جو اس کا انکار کرتا ہے میں اس کے ساتھ دشمنی رکھتا ہوں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور دین کے ساتھ نور، موعظہ اور حکمت کے ساتھ بھیجا جبکہ رسولوں کی بعثت میں انقطاع ہو چکا تھا، علم کی کمی تھی، لوگ گمراہ تھے، زمانے میں انقطاع واقع ہو چکا تھا، قیامت قریب آ چکی ہے اور اجل قریب ہے جو آدمی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ ہدایت پا جائے گا اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو وہ گمراہ ہو جائے گا، تفریط کا شکار ہو گیا اور گمراہی میں دور چلا جائے گا۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ یہ وہ بہترین چیز ہے جس کی ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو وصیت کرتا ہے کہ اسے آخرت پر برانگیختہ کرے اور اسے اللہ تعالیٰ سے تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دے اللہ تعالیٰ نے تمہیں جن چیزوں سے محتاط رہنے کا حکم دیا ہے ان سے محتاط رہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ سے تقویٰ اس آدمی کے لیے، جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اعمال کرتا ہے، سچی مدد ہے ان چیزوں کے لیے جو تم آخرت میں چاہتے ہو، جو آدمی پوشیدہ اور ظاہر حالت میں اپنے اور اپنے رب کے معاملات کو درست کرتا ہے وہ صرف اللہ کی رضا کا طالب ہوتا ہے، دنیا میں یہ اس کے لیے ذکر بن جاتا ہے اور موت کے بعد اس کے لیے ذخیرہ بن جاتا ہے۔ جب انسان اس چیز کا محتاج ہوتا ہے جو اس نے آگے بھیجا۔ جو اس کے علاوہ ہے اس کے بارے میں وہ چاہے گا کاش! اس کے اور اس کے عمل کے درمیان بہت ہی دور ہو۔ وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ ۗ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ ۝ (آل عمران) اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی پکڑ سے خبردار کرتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ شفقت فرمانے والا ہے، اس کا قول سچا ہے اور اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا ہے۔ اس کی جانب سے کوئی وعدہ خلافی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ۝ (ق) جو آدمی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی سیات بخش دیتا ہے اور اسے اجر عظیم عطا فرماتا ہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ سے تقویٰ اختیار کرتا ہے تو اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی۔ بے شک اللہ تعالیٰ سے تقویٰ اس کی ناراضگی سے بچاتا ہے، اس کی سزا سے محفوظ رکھتا ہے اور اس کی ناراضگی سے بچاتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ سے تقویٰ چہروں کو روشن کرتا ہے، رب کو راضی کرتا ہے اور درجات کو بلند کرتا ہے۔ اپنا حصہ لو اور اللہ تعالیٰ کے حصہ میں کمی نہ کرو اس نے تمہیں اپنی کتاب کی تعلیم دی ہے، تمہارے لیے اپنا راستہ واضح کیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ سچوں کو بھی جان لیں اور جھوٹوں کو بھی جان لے۔ اس طرح اچھے اعمال کرو جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ احسان کیا ہے، اس کے دشمنوں سے دشمنی کرو، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو جس طرح جہاد کرنے کا حق ہے۔ اس نے ہی تمہیں چنا ہے اور تمہارا نام مسلمان رکھا ہے تاکہ جو ہلاک ہو وہ دلیل سے ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ دلیل سے زندہ رہے۔ ولا حول ولا قوۃ...... العظیم اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو موت کے بعد کے لیے عمل کرو کیونکہ جو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان معاملات کو درست کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اور لوگوں کے درمیان معاملات کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر غالب ہے۔ لوگ اس پر غالب نہیں وہ لوگوں کا مالک ہے، لوگ اس کے مالک نہیں اللہ اکبر ولا حول

ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اس کے بعد جو پہلا جمعہ کسی دیہات میں پڑھا گیا اسے ''جواثی'' کہتے، یہ بحرین کے دیہاتوں میں سے ایک تھا۔ ایک قول یہ کیا گیا: سب سے پہلے جس نے اسے جمعہ کا نام دیا وہ کعب بن لوی بن غالب تھا کیونکہ اسی روز قریش کعب کے پاس جمع ہوئے تھے جس طرح یہ بات پہلے گزر چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

**مسئلہ نمبر 3**۔ اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے لیے مومنین کو خطاب فرمایا ہے، کافروں کو خطاب نہیں فرمایا: مقصد ان کی تکریم اور شرف کا اظہار ہے۔ فرمایا: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا پھر ندا کے ساتھ انہیں خاص کیا اگرچہ واذا نادیتم الی الصلاۃ کے عموم کے تحت یہ داخل ہے تاکہ اس کے وجوب اور فرض کی تاکید پر دلالت کرے۔ بعض علماء نے کہا: نماز جمعہ یہاں اجماع سے معلوم ہو رہی ہے۔ لفظ سے معلوم نہیں ہو رہی (1)۔ ابن عربی نے کہا: میرے نزدیک یہ ایک نکتہ کی وجہ سے نفس لفظ سے معلوم ہو رہی ہے۔ وہ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ کے الفاظ ہیں یہ اسے فائدہ بھی بہم پہنچاتا ہے کیونکہ وہ ندا جو اس دن کے ساتھ خاص ہے وہ اس نماز کے لیے ہی ندا ہے، باقی ندائیں تو تمام دنوں کے لیے ہیں۔ اگر اس سے مراد جمعہ کی ندا نہ ہو تو اس کی تخصیص اور اضافت کا کوئی معنی اور فائدہ نہ ہوتا۔

**مسئلہ نمبر 4**۔ اذان کا حکم سورۃ المائدہ میں گزر چکا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آذان اس طرح تھی جس طرح تمام نمازوں کے لیے ہوتی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب منبر پر بیٹھتے تو ایک آذان دی جاتی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کوفہ میں اسی طرح کرتے تھے۔ جب مدینہ طیبہ میں لوگوں کی تعداد زیادہ ہو گئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر پر تیسری آذان کا اضافہ کیا جو ان کے گھر پر دی جاتی۔ جس گھر کو زوراء کہتے۔ جب لوگ یہ آذان سنتے تو آ جاتے یہاں تک کہ جب حضرت عثمان منبر پر بیٹھتے تو موذن آذان کہتا پھر حضرت عثمان خطبہ ارشاد فرماتے؛ اسے ابن ماجہ نے اپنی سنن میں محمد بن اسحاق سے وہ زہری سے وہ حضرت سائب بن یزید سے روایت نقل کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک موذن ہوتا جب آپ نیچے اترتے تو وہ اقامت کہتا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں یہی معمول تھا۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور آیا اور لوگوں کی تعداد زیادہ ہو گئی تو بازار میں ایک گھر کے اوپر ایک آذان کا اضافہ کیا جسے زوراء کہتے۔ جب حضرت عثمان باہر آتے تو موذن آذان دیتا اور جب منبر سے نیچے اترتے تو موذن اقامت کہتا۔ امام بخاری نے مختلف طرق سے اس معنی میں روایات نقل کی ہیں (2)۔ اور بعض روایات میں ہے کہ جمعہ کے روز دوسری آذان کا حکم حضرت عثمان غنی نے دیا جب اہل مسجد کی تعداد زیادہ ہو گئی۔ جمعہ کے روز آذان اس وقت دی جاتی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا۔ ماوردی نے کہا: جہاں تک پہلی آذان کا تعلق ہے یہ نیا عمل ہے (3)۔ یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے شروع کیا تاکہ لوگ خطبہ سننے کے لیے تیاری کریں۔ جب مدینہ طیبہ کا علاقہ وسیع ہو گیا تھا اور اس کے مکین زیادہ

1۔ احکام القرآن لابن العربی، جلد 4، صفحہ 1804
2۔ صحیح بخاری، کتاب الجمعہ، اذان یوم الجمعہ، جلد 1، صفحہ 124
3۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 10

ہو گئے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ مسجد کی سمت میں بازار میں آذان دی جائے تا کہ لوگ اپنی تجارت کو چھوڑ دیں۔ جب وہ مسجد میں جمع ہو جائیں تو مسجد میں آذان دی جائے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مسجد میں ہی دو آذانیں دینے کا معمول بنا دیا؛ یہ ابن عربی کا قول ہے۔ حدیث صحیح میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آذان ایک تھی جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو آپ نے زوراء کے مقام پر تیسری آذان دلوا کر اس کا اضافہ کیا۔ حدیث میں اسے تیسری آذان (1) کا نام دیا جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بین کل آذانی صلاۃ لمن شاء (2) یعنی آذان اور اقامت کے درمیان نماز کا وقت ہے جو چاہے اسے پڑھے۔ لوگ گمان کرتے ہیں کہ یہ اصلی آذان ہے، پھر انہوں نے تین موذن بنا دیئے۔ یہ وہم ہے پھر انہوں نے ایک وقت میں سب کو جمع کر دیا۔ یہ وہم پر وہم ہے۔ میں نے انہیں مدینۃ السلام میں منارہ کی آذان کے بعد امام کے سامنے منبر کے نیچے ایک جماعت کی صورت میں آذان دیتے ہوئے دیکھا جس طرح سابقہ حکومتوں میں ہمارے ہاں بھی ایسا ہی کیا جاتا تھا۔ یہ سب کچھ نیا عمل ہے۔

**مسئلہ نمبر 5**۔ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ، سعی کے معنی میں یہاں تین قول ہیں۔ (۱) ارادہ کرنا۔ حضرت حسن بصری نے کہا: اللہ کی قسم! یہ قدموں پر سعی نہیں بلکہ دلوں اور نیت کی سعی ہے۔ (۲) مراد عمل ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ سَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ (الاسراء: 19) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ۞ (اللیل) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَ اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۞ (النجم) یہ جمہور کا قول ہے۔ زہیر نے کہا:

سَعَى بعدهم قومٌ لكَيْ يدركوهُم

ان کے بعد ایک قوم نے عمل کیا تا کہ ان کو پالیں۔

نیز یہ بھی کہا:

سَعَى سَاعِيَا غَيْظِ بن مُرّه بعدما ... تَبَزَّلَ ما بين العَشِيرة بِالدَّمِ

غیظ بن مرہ نے اچھی کاوش کی جبکہ قبیلہ میں صلح خون ریزی سے ٹوٹ پھوٹ چکی تھی۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے عمل پیرا رہو اس کے اسباب غسل، وضو اور اس کی طرف توجہ میں مشغول رہو۔

(۳) مراد پیدل جانا ہے۔ یہ فضیلت ہے شرط نہیں۔ بخاری شریف میں ہے (3) حضرت ابو عبس بن جبر رضی اللہ عنہ جو کبار صحابہ میں سے تھے پیدل جمعہ کی نماز کے لیے جاتے تھے۔ کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: من اغبرّت قدماہ فی سبیل اللہ حرمہ اللہ علی النار جس کے قدم اللہ تعالیٰ کی راہ میں غبار آلود ہو جائیں اللہ تعالیٰ اسے آگ پر حرام کر دیتا ہے۔

اس کلام کا ظاہر دوڑنے پر دلالت کرتا ہے۔ ابن عربی نے کہا: اجل صحابہ اور مقتدمین فقہاء نے اس کا انکار کیا (4)۔

---

1۔ پہلی آذان جو وقت شروع ہونے کے بعد دی جاتی ہے، دوسری آذان جو منبر کے سامنے دی جاتی ہے جب امام منبر پر بیٹھ جائے تیسری اقامت ہے۔

2۔ احکام القرآن لابن العربی، جلد 4، صفحہ 1804-1803

3۔ صحیح بخاری، کتاب الجمعہ، مشی الی الجمعہ، جلد 1، صفحہ 124

4۔ احکام القرآن لابن العربی، جلد 4، صفحہ 1804

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یوں قراءت (1) کی: فامضوا الی ذکر اللہ مقصود یہ بتانا تھا کہ کلام کا ظاہر جس معنی پر دلالت کرتا ہے وہ مراد نہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی یہ قراءت کی۔ کہا: اگر میں فاسعوا کی قراءت کروں تو میں دوڑوں گا یہاں تک کہ میری چادر گر جائے گی۔ ابن شہاب نے یوں قراءت کی فامضوا الی ذکر اللہ سالکا تلك السبیل یہ سب ان کی جانب سے اس آیت کی تفسیر ہے۔ یہ قرآن منزل کی قراءت نہیں۔ قرآن کی قراءت تفسیر کے ساتھ تفسیر کے محل میں جائز ہے۔ ابوبکر انباری نے کہا: جس نے مصحف کی مخالفت کی وہ حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود کی قراءت اور خرشہ بن حر کے قول سے استدلال کرتا ہے۔ کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھا جبکہ میرے پاس ایک قطعہ تھا اس میں تھا (2)۔ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا: تجھے کس نے یہ پڑھایا ہے۔؟ میں نے عرض کی: حضرت ابی نے فرمایا: حضرت ابی ہم میں سے منسوخ کی زیادہ قراءت کرنے والے ہیں۔ پھر حضرت عمر نے پڑھا فامضوا الی ذکر اللہ۔

محمد بن یحییٰ، محمد بن ادریس، خلف سے وہ ہشیم سے وہ مغیرہ سے وہ ابراہیم سے وہ خرشہ سے اسی طرح روایت نقل کرتے ہیں۔ محمد سے جو ابن سعدان ہے، وہ سفیان بن عیینہ سے وہ زہری سے وہ سالم سے وہ اپنے باپ سے روایت نقل کرتے ہیں: میں نے ہمیشہ حضرت عمر کو فامضوا الی ذکر اللہ ہی قراءت کرتے ہوئے سنا ہے۔ ادریس، خلف سے وہ ہشیم سے وہ مغیرہ سے وہ ابراہیم سے روایت نقل کرتے ہیں (3) کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فامضوا الی ذکر اللہ قراءت کی ہے کہا: اگر فَاسْعَوْا ہوتا تو میں دوڑتا یہاں تک کہ میری چادر گر جاتی۔ ابوبکر نے کہا: ایسا قول کرنے والے کے خلاف اس چیز سے دلیل قائم کی جائے گی کہ امت کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول نے فَاسْعَوْا ہی ارشاد فرمایا، جہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے تو ان سے فامضوا کی روایت صحیح نہیں کیونکہ سند متصل نہیں کیونکہ ابراہیم نخعی نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے کچھ بھی نہیں سنا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فامضوا مروی ہے۔ جب کوئی فرد کسی ایسی روایت میں منفرد ہو جو آیت و اجماع کے خلاف ہو تو اس میں اس فرد کا نسیان ثابت ہوگا۔ عربوں کا اس پر اجماع ہے کہ سعی، جانے کے معنی میں ہے تاہم کوشش کے معنی سے خالی نہیں۔ زہیر نے کہا:

سَعَىٰ سَاعِيَا غيظ بن مُرّة بعد ما تَبَزَّلَ ما بينَ العَشِيْرة بالدَّمِ

یہاں شاعر نے سعی سے مراد کد و کاوش سے امر بجا لانا لیا ہے، اس سے مراد قدموں سے دوڑنا اور تیز چلنا نہیں۔ فراء اور ابو عبید نے کہا: آیت میں سعی سے مراد امر بجا لانا ہے۔ فراء نے عربوں کے اس قول سے استدلال کیا ہے: یسعی فی البلاد یطلب فضل اللہ وہ شہروں میں اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرنے کے لیے کوشش کرتا ہے۔ یہ امر محال ہے کہ یہ معنی حضرت ابن مسعود پر مخفی ہو جبکہ آپ بڑے فصیح اور عربی زبان میں بڑے پختہ تھے۔

میں کہتا ہوں: جو امر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہاں مراد دوڑنا نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: اذا أقیمت

1۔ اس قسم کی جو قراءتیں صحابہ کرام سے منقول ہیں ان سے مراد تفسیر ہوتی ہے تا کہ معنی سمجھنے میں دقت نہ ہو، یہ مطلب ہوتا ہے کہ متن کے الفاظ یہ ہیں۔

2۔ تفسیر کشاف، جلد 4، صفحہ 534 2۔ احکام القرآن لابن العربی، جلد 4، صفحہ 1804

الصلوٰۃ فلاتاتوھا تسعون ولکن السکینۃ(1) جب نماز کھڑی ہو جائے تو تم دوڑتے ہوئے نہ آؤ بلکہ اس کے لیے آؤ جبکہ تمہارے اوپر سکون و وقار ہو۔ حضرت حسن بصری نے کہا: خبردار اللہ کی قسم! یہ قدموں پر دوڑنا نہیں بلکہ انہیں منع کیا گیا ہے کہ وہ نماز کے لیے آئیں مگر اس صورت میں کہ ان پر سکون و وقار ہو بلکہ یہاں مراد ہے کہ وہ دل کی حاضری، خلوص نیت اور خشوع کے ساتھ آئیں۔ قتادہ نے کہا: سعی یہ ہے کہ تو اپنے دل اور عمل کے ساتھ سعی کرے۔ یہ بہت اچھا قول ہے۔ کیونکہ یہ تینوں اقوال کو جامع ہے۔ جمعہ کے روز غسل، خوشبو لگانے اور لباس سے آراستہ ہونے کے بارے میں کئی احادیث آئی ہیں جو کتب حدیث میں مذکور ہیں۔

**مسئلہ نمبر 6۔** یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اس امر پر اجماع ہے کہ یہاں خطاب صرف عاقل، بالغ مومنوں کو ہے، اس خطاب سے مریض، اپاہج، مسافر، غلام اور عورتیں خارج ہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک نابینا اور ایسا بوڑھا جو راہنما کے بغیر نہ چل سکتا ہو وہ بھی اس سے خارج ہے۔ ابوزبیر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو آدمی اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو اس پر جمعہ کے روز جمعہ کی نماز لازم ہے مگر جو مریض ہو، مسافر ہو، عورت ہو، بچہ ہو یا غلام ہو جو آدمی لہو ولعب کی وجہ سے یا تجارت کی وجہ سے اس سے مستغنی ہوا اللہ تعالیٰ اس سے غنی ہے۔ وہ ہی حمد کے لائق ہے'' (2)۔ اسے دارقطنی نے نقل کیا ہے۔

ہمارے علماء نے فرمایا: جس پر جمعہ ادا کرنا لازم ہے وہ جمعہ ادا کرنے سے پیچھے نہ رہے مگر ایسے عذر کی صورت میں جس کی موجودگی میں اس کے لیے بجالانا ممکن نہ ہو جس طرح ایسا مرض جو اسے روک دے، مرض کے بڑھنے کا خوف، سلطان کے ظلم کا خوف خواہ مال میں ہو یا بدن میں ہاں حق لینے کا مسئلہ ہو تو صورت الگ ہے، موسلا دھار بارش، ساتھ کیچڑ بھی ہو یہ عذر شمار ہو گا جبکہ بارش ختم نہ ہو۔ امام مالک نے اسے عذر شمار نہیں کیا؛ یہ مہدوی نے بیان کیا۔ جو آدمی کسی قریبی رشتہ دار کی تیمارداری کی وجہ سے جمعہ ادا نہیں کرتا جس کی موت کا وقت قریب ہو اور اس کے پاس کوئی ایسا شخص بھی نہ ہو جو اس کے امور بجالائے تو یہ امید کی جاتی ہے کہ اس کے لیے اس میں گنجائش موجود ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایسا ہی کیا۔ جو آدمی عذر کے بغیر نماز جمعہ میں شامل نہ ہوا اس نے امام سے قبل نماز پڑھ لی تو وہ نماز کا اعادہ کرے۔ اس کے لیے جائز نہیں کہ اس سے پہلے نماز پڑھے جب نماز جمعہ میں شامل ہو سکتا تھا تو وہ اس میں شامل نہ ہوا وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والا ہوگا۔

**مسئلہ نمبر 7۔** اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ جمعہ کا وجوب اس آدمی کے لیے خاص ہے جو آذان کو سنتا ہے۔ جہاں تک اس آدمی کا تعلق ہے جو دور ہے جو آذان کو نہیں سنتا تو وہ اس خطاب کے تحت داخل نہیں ہوگا جو آدمی جمعہ کی نماز کے لیے آتا ہے وہ قریب رہتا ہے یا دور رہتا ہے اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ حضرت ابن عمر، حضرت ابوہریرہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے: جمعہ اس پر واجب ہوگا جو شہر سے چھ میل کے فاصلہ پر ہو۔ ربیعہ نے کہا: جو چار میل کے فاصلہ پر ہو۔ امام مالک اور لیث نے کہا: تین میل کے فاصلہ پر ہو، امام شافعی نے کہا: آذان سننے کا اعتبار ہوگا جبکہ موذن کی آواز بلند ہو اور آوازیں پر

1۔ صحیح بخاری، کتاب الجمعہ، مشی الی الجمعہ، جلد 1، صفحہ 124 2۔ سنن دارقطنی، کتاب الجمعہ، من تجب علیہ الجمعہ، جلد 2، صفحہ 3

سکون ہوں، ہوا ساکن ہو اور موذن شہر کی دیوار پر کھڑا ہو۔ صحیح میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ لوگ اپنے گھروں اور قریبی دیہاتوں سے باری باری آتے وہ گرد وغبار میں آتے ان کے جسموں پر غبار لگ جاتا تو ان سے بو سی پیدا کرتا (1)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "کاش! تم اس دن کے لیے غسل کرتے"۔ ہمارے علماء کا کہنا ہے کہ آواز جب خوب بلند ہو، لوگ سکون میں ہوں تو آواز تین میل تک پہنچتی ہے۔ مدینہ طیبہ کے قریبی دیہات کم سے کم تین میل کے فاصلہ پر ہوتے تھے۔ امام احمد بن حنبل اور اسحاق نے کہا: جس نے جمعہ کی آذان سنی اس پر جمعہ کی نماز واجب ہے۔ دار قطنی نے عمرو بن شعیب سے وہ اپنے باپ سے وہ دادا سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انما الجمعۃ علی من سمع النداء (2) جو آذان سنے اس پر جمعہ کی نماز فرض ہے۔

امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب کہتے ہیں: جو آدمی شہر میں ہے وہ آذان کی آواز سنے یا نہ سنے اس پر جمعہ کی نماز واجب ہے اور جو آدمی شہر سے باہر ہے اگرچہ آذان کی آواز سنے اس پر جمعہ کی نماز واجب نہیں یہاں تک کہ آپ سے سوال کیا گیا: کیا اہل زبارہ پر جمعہ واجب ہے؟ زبارہ اور کوفہ کے درمیان ایک دریا حائل تھا؟ فرمایا: نہیں۔ ربیعہ سے یہ بھی مروی ہے: جو آدمی آذان کی آواز سنے اور پیدل گھر سے نکلے تو وہ نماز کو پالے تو اس پر جمعہ کی نماز واجب ہے۔ زہری سے یہ مروی ہے کہ جمعہ کی نماز اس پر واجب ہے جو آذان کو سنے۔

**مسئلہ نمبر 8**۔ اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ یہ اس امر پر دلیل ہے کہ جمعہ آذان سے ہی واجب ہوتا ہے اور آذان وقت کے داخل ہونے سے ہوسکتی ہے اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: اذا حضرتِ الصلاۃُ فاذنا ثم اقیما ولیؤمکما اکبرکما (3) جب نماز کا وقت ہو تو تم دونوں میں سے ایک آذان کہے پھر ایک اقامت کہے پھر تم میں سے جو بڑا ہو وہ امامت کرائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد حضرت مالک بن حویرث اور اس کے ساتھی سے فرمایا تھا۔ بخاری شریف میں حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ جب سورج ڈھل جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ ادا فرمایا کرتے تھے (4)۔ ابوبکر الصدیق اور امام احمد بن حنبل سے مروی ہے کہ سورج ڈھلنے سے قبل نماز جمعہ پڑھی جائے گی۔ امام احمد بن حنبل نے اس میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز جمعہ پڑھا کرتے تھے پھر ہم واپس پلٹتے جبکہ دیواروں کے سائے نہیں ہوتے تھے۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں ہم نماز جمعہ کے بعد ہی قیلولہ اور دوپہر کا کھانا کھایا کرتے تھے: اسی کی مثل حضرت سہل سے روایت مروی ہے: اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ حضرت سلمہ کی حدیث کو بہت جلد ادائیگی پر محمول کیا جائے گا۔ ہشام بن عبد الملک، یعلی بن حارث سے وہ ایاس بن سلمہ

---

1۔ صحیح مسلم، کتاب الجمعہ، فضل التکبیر الی الجمعہ، جلد 1، صفحہ 280

2۔ سنن دار قطنی، الجمعہ علی من سمع النداء، جلد 2، صفحہ 6

3۔ صحیح مسلم، کتاب المساجد، من احق بالامامۃ، جلد 1، صفحہ 236

4۔ صحیح بخاری، کتاب الجمعہ، من احق بالامامۃ، جلد 1، صفحہ 123

بن اکوع سے وہ اپنے باپ سے روایت نقل کرتے ہیں وکیع، یعلی سے وہ ایاس سے وہ اپنے باپ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ جب سورج ڈھل جاتا تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ کی نماز ادا کرتے پھر ہم سایہ کی تلاش کرتے ہوئے واپس آتے (1)۔ یہ متقدمین اور متاخرین جمہور اسلاف کا نقطہ نظر ہے اور اسے ظہر کی نماز پر بھی قیاس کیا جاتا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت سہل رضی اللہ عنہ کی روایت اس امر پر دلیل ہے کہ صحابہ کرام دوپہر کے کھانے یا اس سے بھی پہلے نماز جمعہ کے لیے جلدی جایا کرتے تھے۔ وہ دوپہر کا کھانا نماز جمعہ کے بعد ہی کھایا کرتے تھے۔ امام مالک کی رائے ہے کہ جمعہ کو جلدی ادا کرنا اسی طرح ہے کہ زوال کے بالکل قریب ہی ادا کیا جائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے اجتہاد کیا ہے: من راح فی الساعة الأولی فکأنما قرب بدنة (2) جو پہلی ساعت میں گیا گویا اس نے اونٹ کی قربانی دی۔ یہ سب ایک ہی ساعت ہے۔ دوسرے علماء نے اسے دن کی بارہ ساعتوں پر محمول کیا ہے۔ جو برابر ہیں یا مختلف ہیں جس طرح دن میں کمی یا زیادتی ہوتی ہے۔ ابن عربی نے کہا: حضرت ابن عمر کی حدیث کی وجہ سے یہ قول زیادہ صحیح ہے کہ وہ جمعہ کی نماز کی ادائیگی کے بعد قیلولہ کرتے اور کھانا کھاتے کیونکہ وہ بہت جلدی نماز جمعہ کے لیے چلے جایا کرتے تھے۔

**مسئلہ نمبر 9**۔ اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان پر جمعہ فرض کیا ہے۔ اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو اسے فرض کفایہ کہتے ہیں۔ بعض شافعیہ سے یہ منقول ہے۔ امام مالک سے یہ منقول ہے جو ثابت نہیں کہ نماز جمعہ سنت ہے۔ جمہور امت اور ائمہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ یہ فرض عین ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَیْعَ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث ثابت ہے۔ لَیَنْتَهِیَنَّ أقوامٌ عن وَدْعِهِم الجُمُعَاتِ أو لَیَخْتِمَنَّ اللهُ علی قلوبهم ثم لیکونُنَّ من الغافلین (3) جو لوگ جمعہ کی نماز کو چھوڑتے ہیں انہیں اس طرز عمل سے رک جانا چاہیے ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا پھر وہ غافلوں میں سے ہو جائیں گے۔ جمعہ کے وجوب اور اس کے فرض ہونے میں یہ واضح حجت ہے۔ سنن ابن ماجہ میں حضرت ابی جعد ضمری سے مروی ہے۔ جبکہ وہ صحابی بھی تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ ثلاث مرات تهاونا بها طبع الله علی قلبه (4) جس نے سستی کرتے ہوئے تین دفعہ جمعہ ترک کر دیا اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دے گا۔ اس کی سند صحیح ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے بغیر مجبوری کے تین جمعہ ترک کیے اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔ ابن عربی نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہے فرمایا: الرَّواحُ الی الجمعة واجبٌ علی کلِّ مسلمٍ (5) جمعہ کی نماز کے لیے جانا ہر مسلمان پر واجب ہے۔

**مسئلہ نمبر 10**۔ اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے لیے سعی کو بغیر کسی شرط کے واجب قرار دیا ہے۔ تمام نمازوں کے لیے قرآن و سنت سے وضو کا شرط ہونا ثابت ہے: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ (المائدہ: 6) جب تم

1۔ صحیح مسلم، کتاب الجمعہ، من اغتسل او توضا، جلد 1، صفحہ 283

2۔ ایضاً، کتاب الجمعہ، فضل التہجیر الی الجمعہ، جلد 1، صفحہ 280

3۔ سنن ابن ماجہ، کتاب المساجد والجماعات، تغلیظ فی التخلف عن الجماعۃ، صفحہ 58

4۔ مشکوۃ المصابیح، کتاب الجمعہ، صفحہ 121		5۔ احکام القرآن لابن العربی، جلد 4، صفحہ 1808

نماز کا ارادہ کرو تو اپنے چہروں کو دھو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: لایقبل اللہ صلاۃ بغیر طھور (1) اللہ تعالیٰ وضو کے بغیر نماز قبول نہیں فرماتا۔ ایک طائفہ نے عجیب وغریب بات کی ہے کہ جمعہ کا غسل فرض ہے۔ ابن عربی نے کہا: یہ باطل ہے کیونکہ امام نسائی اور ابوداؤد نے اپنی اپنی سنن میں روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: من توضأ یوم الجمعۃ فبھا و نعمت ومن اغتسل فالغسل أفضل (2) جس نے جمعہ کے روز وضو کیا اس نے بہت اچھا کیا اور جس نے غسل کیا تو غسل افضل ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے جمعہ کے روز وضو کیا اور اچھی طرح وضو کیا پھر جمعہ کے لیے گیا اس نے خطبہ سنا اور خاموش رہا تو اللہ تعالیٰ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اور اس سے تین دن زائد کے گناہ بخش دیتا ہے (3)۔ جو سنگریزوں سے کھیلتا رہا اس نے لغو عمل کیا۔ یہ نص ہے۔ موطا شریف میں ہے: ایک آدمی جمعہ کے روز مسجد میں داخل ہوا جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ دے رہے تھے۔ یہاں تک کہ آنے والے نے کہا: میں نے وضو کرنے کے سوا کوئی زائد عمل نہیں کیا۔ حضرت عمر نے فرمایا: صرف وضو؟ جبکہ تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کا حکم ارشاد فرماتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غسل کا حکم تو دیا مگر اسے واپس جانے کا حکم ارشاد نہیں فرمایا۔ یہ بھی اس پر دال ہے کہ غسل کرنا مستحب ہے اب یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ سنت کی طرف لوٹتے جبکہ وہ فرض (جمعہ میں حاضر ہونا اور خطبہ سننا) کی بجاآوری میں شروع ہو چکے تھے۔ یہ اس وقت ہوا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اردگرد اور مسجد نبوی میں جلیل القدر صحابہ اور مہاجرین تشریف فرما تھے۔

**مسئلہ نمبر 11**۔ عید کے روز جمعہ ہو جائے تو نماز جمعہ ساقط نہیں ہوگی جبکہ امام احمد بن حنبل اس سے اختلاف کرتے ہیں انہوں نے کہا: جب عید اور جمعہ اکٹھے ہو جائیں تو جمعہ کی فرضیت ساقط ہو جائے گی کیونکہ عید کی نماز جمعہ کی نماز سے پہلے ہوتی ہے اور عید کی مشغولیت کی وجہ سے لوگ جمعہ سے غافل ہو جاتے ہیں آپ نے اس میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ایک قول سے استدلال کیا ہے کہ آپ نے عوالی (4) کے باسیوں کو اجازت دی کہ وہ نماز جمعہ کے لیے نہ آئیں صحابہ میں سے ایک کا قول کوئی حجت نہیں جب اس کی مخالفت بھی ہو اور اس پر کوئی اتفاق نہ کیا گیا ہو۔ عید کے روز جمعہ کے لیے سعی کا حکم اسی طرح متوجہ ہوتا ہے جس طرح باقی ایام میں متوجہ ہوتا ہے (5)۔

صحیح مسلم میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین اور جمعہ میں قراءت کیا کرتے تھے (6)۔ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ۝ (الاعلیٰ) اور هَلْ أَتٰىكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ ۝ (الغاشیہ) جب عید اور جمعہ ایک ہی دن میں جمع ہو جاتے تو دونوں نمازوں میں ان دونوں سورتوں کی قراءت کیا کرتے تھے۔ اسے ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے نقل کیا ہے (☆)۔

---

1۔ احکام القرآن لابن العربی، جلد 4، صفحہ 1808

2۔ ایضاً

3۔ صحیح مسلم، کتاب الجمعہ، کراھیۃ مس الحصی، جلد 1، صفحہ 283

4۔ مدینہ طیبہ سے ایک میل کی مسافت پر بستیاں تھیں۔

5۔ احکام القرآن لابن العربی، جلد 4، صفحہ 1809

6۔ صحیح مسلم، کتاب الجمعہ، جلد 1، صفحہ 288

☆ جامع ترمذی، باب ماجاء فی القراءۃ فی العیدین، حدیث نمبر 490، ضیاء القرآن پبلی کیشنز

**مسئلہ نمبر 12۔** اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ذکر سے مراد نماز ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: مراد خطبہ اور وعظ و نصیحت ہے؛ یہ سعید بن جبیر کا قول ہے۔ ابن عربی نے کہا: صحیح یہ ہے کہ یہ ان تمام چیزوں میں واجب ہے(1)۔ ان میں سے پہلا خطبہ ہے؛ ہمارے علماء نے یہی کہا ہے مگر عبدالملک بن ماجشون نے اختلاف کیا انہوں نے اسے سنت قرار دیا۔ اس کے وجوب کی دلیل یہ ہے کہ یہ بیع کو حرام کر دیتا ہے۔ اگر خطبہ کا سننا واجب نہ ہوتا تو یہ بیع کو حرام قرار نہ دیتا کیونکہ مستحب امر مباح کو حرام قرار نہیں دیتا۔ جب ہم نے کہا: ذکر سے مراد نماز ہے تو خطبہ بھی نماز میں سے ہی ہے۔ بندہ اپنے فعل سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا ہوتا ہے جس طرح وہ اپنے فعل سے تسبیح کرنے والا ہوتا ہے۔ زمخشری نے کہا: اگر تو سوال کرے ذکر اللہ کی تفسیر خطبہ سے کیسے کی جا سکتی ہے جبکہ خطبہ میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے علاوہ بھی کئی چیزیں ہوتی ہیں؟(2)۔

میں اس کا جواب دوں گا: خطبہ میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو ثنا کی جاتی ہے، خلفاء راشدین کی جو ثنا کی جاتی ہے، مومن متقین کی جو تعریف کی جاتی ہے، اس میں جو نصیحت اور یاد دہانی ہوتی ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر کے حکم میں ہوگا، اس کے علاوہ جو کچھ ہے جیسے ظالموں، ان کے القاب کا ذکر، ان کی ثنا اور ان کے لیے دعا وغیرہ جبکہ وہ اس کے برعکس کے مستحق ہیں تو وہ شیطان کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے یہ کئی مراحل پرے ہے۔

**مسئلہ نمبر 13۔** وَذَرُوا الْبَيْعَ نماز جمعہ کے وقت بیع و شراء سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے اور نماز جمعہ کے وقت میں اسے حرام قرار دیا ہے۔ یہ حرمت اس کے لیے ہے جو نماز جمعہ کی فرضیت کا مخاطب ہے۔ بیع، شراء سے خالی نہیں ہوتی اس لیے صرف بیع کا ذکر کر دیا جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: سَرَابِيلَ تَقِيكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيلَ تَقِيكُم بَأْسَكُمْ (النحل: 81) صرف گرمی کا ذکر کیا حالانکہ یہ پاجامہ سردی سے بھی بچاتا ہے۔ یہاں دوسرے امور کی بجائے صرف بیع (تجارت) کا ذکر کیا کیونکہ بازار والے عموماً اسی میں مصروف ہوتے ہیں۔ جس پر جمعہ کی نماز میں حاضر ہونا واجب نہیں اس کو بیع و شراء سے نہیں روکا جائے گا۔

حرام قرار دینے والے وقت میں دو قول ہیں۔ ۱: زوال کے بعد سے لے کر نماز سے فارغ ہونے تک؛ یہ ضحاک، حضرت حسن بصری اور عطا کا قول ہے۔ (۲) خطبہ کی آذان سے لے کر نماز کے وقت تک؛ یہ امام شافعی کا قول ہے۔ امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ جب نماز جمعہ کے لیے آذان دی جائے تو بیع و شراء کو ترک کر دیا جائے اس وقت جو بیع و شراء ہوئی وہ فسخ ہوگی، غلام کی آزادی، نکاح، طلاق وغیرہ فسخ نہ ہونگے کیونکہ لوگوں کی عادت نہیں کہ ایسے امور میں مشغول ہوں جس طرح وہ بیع و شرا، میں مشغول ہوتے ہیں۔ علماء نے کہا: اسی طرح عقد شرکہ، عقد ہبہ اور عقد صدقہ بھی نادر و نایاب ہی ہوتا ہے اس لیے وہ بھی فسخ نہ ہوگا۔ ابن عربی نے کہا: صحیح یہی ہے کہ سب کچھ فسخ ہوگا کیونکہ بیع سے اس لیے منع کیا گیا ہے کیونکہ انسان اس میں ہی مشغول ہو جاتا ہے(3)۔ عقود میں سے ہر ایسا امر جو نماز جمعہ سے غافل کر دے سب شرعاً حرام اور جھڑکنے کے لیے فسخ قرار دیا جائے گا۔ مہدوی نے کہا: بعض علماء نے اس وقت میں بیع کو جائز قرار دیا ہے۔ انہوں نے نہی سے مراد ندب و استحباب لیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فرمان: ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ سے استدلال کیا ہے۔

---

1۔ احکام القرآن لابن العربی، جلد 4، صفحہ 1805 2۔ تفسیر کشاف، جلد 4، صفحہ 535 3۔ احکام القرآن لابن العربی، جلد 4، صفحہ 1806

میں کہتا ہوں: یہ امام شافعی کا مذہب ہے کیونکہ آپ کے نزدیک بیع منعقد ہو جاتی ہے، وہ فسخ نہیں ہوتی۔ زمخشری نے اپنی تفسیر میں کہا: عام علماء کی رائے ہے کہ بیع فسخ نہ ہوگی (1)۔ انہوں نے کہا: بیع بالذات حرام نہیں لیکن اس میں مشغول ہونے سے ایک واجب سے غفلت ثابت ہوتی ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جس طرح مغصوبہ زمین اور مغصوبہ کپڑے میں نماز پڑھی جائے اور مغصوبہ پانی سے وضو کیا جائے۔ بعض علماء سے یہ منقول ہے کہ یہ بیع فاسد ہے۔

میں کہتا ہوں: صحیح یہ ہے کہ ایسی بیع فاسد اور فسخ شدہ ہے (2) کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: كل عمل ليس عليه أمرنا فهو رد ہر ایسا عمل جس بارے میں ہمارا امر نہ ہو تو وہ مردود ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰﴾

”پھر جب پوری ہو چکے نماز تو پھیل جاؤ زمین میں اور تلاش کرو اللہ کے فضل سے اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کی یاد کرتے رہا کرو تاکہ تم فلاح پاؤ“۔

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ امر کا صیغہ اباحت کے لیے ہے جس طرح اس آیت وَ اِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا (المائدہ: 2) میں امر اباحت کے لیے ہے۔ فرمان ہے: جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو تجارت کے لیے اور اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے زمین میں پھیل جاؤ۔ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ اس کا رزق تلاش کرو۔ عراک بن مالک کا معمول تھا جب وہ نماز پڑھ چکتے تو مسجد کے دروازے پر کھڑے ہوتے تو عرض کرتے: اے اللہ! میں نے تیری دعوت کو قبول کیا، تیرے عائد کردہ فریضہ کو بجالایا اور زمین میں پھیل گیا جس طرح تو نے مجھے حکم دیا (3)۔ اپنے فضل سے مجھے رزق عطا فرما تو بہترین رزق دینے والا ہے۔ جعفر بن محمد نے وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ کی یہ وضاحت کی: مراد عمل ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس سے مراد طلب علم ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: مراد نفل نماز ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: دنیا کی کسی شی کو طلب کرنے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ اس سے مراد مریضوں کی عیادت، نماز جنازہ میں حاضر ہونا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر بھائی سے ملاقات کرنا ہے۔

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا اطاعت کر کے اور زبان سے اس کا شکر بجالاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے جو فرائض کے بجالانے کی توفیق دی اس انعام پر شکر بجالاؤ۔ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ یہاں لعل، کی کے معنی میں ہے۔ سعید بن جبیر نے کہا: ذکر سے مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا، جس نے اس کی اطاعت نہ کی وہ ذکر کرنے والا نہیں اگرچہ وہ بہت زیادہ تسبیح کرتا ہو۔ سورۂ بقرہ میں اس بارے میں مرفوع روایت گزر چکی ہے۔

وَ اِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْۤا اِلَيْهَا وَ تَرَكُوْكَ قَآئِمًا ؕ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ

1۔ تفسیر کشاف، جلد 4، صفحہ 536 2۔ احکام القرآن لابن العربی، جلد 4، صفحہ 1806 3۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 10

مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ⓫

''اور (بعض لوگوں نے) جب دیکھا کسی تجارت یا تماشا کو تو بکھر گئے اس کی طرف اور آپ کو کھڑا چھوڑ دیا (اے حبیب! انہیں) فرمایئے کہ جو نعمتیں اللہ کے پاس ہیں وہ کہیں بہتر ہیں لہو اور تجارت سے، اور اللہ تعالیٰ بہترین رزق دینے والا ہے''۔

اس میں سترہ مسائل ہیں:

**مسئلہ نمبر 1۔** وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے تو شام سے ایک تجارتی قافلہ آ گیا لوگ اس قافلہ کی طرف چلے گئے، یہاں تک کہ صرف بارہ افراد مسجد میں رہ گئے (1)۔ ایک روایت میں ہے: میں بھی ان میں سے ایک تھا، تو یہ آیت جو سورۂ جمعہ میں ہے نازل ہوئی۔ ایک رویت میں ہے: ان بارہ افراد میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق بھی تھے۔ کلبی اور دوسرے علماء نے کہا: جو اس تجارتی قافلہ کو لایا تھا وہ حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی تھے۔ جو شام سے یہ قافلہ لائے جبکہ زمانہ سخت بھوک اور مہنگائی کا تھا۔ ان کے پاس تمام وہ مال و اسباب تھا جس کی لوگوں کو ضرورت تھی جیسے گندم، آٹا وغیرہ۔ وہ مدینہ طیبہ کی منڈی احجار زیت میں اترے اور طبل بجایا تاکہ لوگوں کو اپنے آنے کی خبر دے تو لوگ ان کے پاس چلے گئے صرف بارہ آدمی رہ گئے۔ کلبی نے کہا: وہ خطبہ جمعہ سن رہے تھے سارے چلے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صرف آٹھ افراد رہ گئے؛ کلبی نے اسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا۔

دار قطنی نے حضرت جابر بن عبداللہ کی حدیث سے نقل کی ہے: اسی اثناء میں کہ جمعہ کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک تجارتی قافلہ آیا جس کے پاس کھانے کا سامان تھا وہ بقیع میں اترا۔ لوگ اس قافلہ کی طرف متوجہ ہوئے اس طرف چلے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا آپ کے ساتھ چالیس آدمی رہ گئے میں بھی ان میں سے ہی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس آیت کو نازل فرمایا (2)۔ اس اسناد میں علی بن عاصم جو حصین سے روایت نقل کرتے ہیں نے ہی چالیس افراد کا ذکر کیا ہے۔ حصین کے دوسرے اصحاب نے اس کی مخالفت کی۔ انہوں نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف بارہ افراد ہی باقی رہ گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت مروی ہے: والذی نفسی بیدہ لو خرجوا جمیعا لاضرم اللہ علیھم الوادی نارا (3) اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! اگر سب کے سب نکل جاتے تو اللہ تعالیٰ ان پر اس وادی کو آگ سے بھڑکا دیتا؛ زمخشری نے اسے ذکر کیا۔

ایک حدیث مرسل میں ان بارہ افراد کے نام ذکر کیے گئے ہیں۔ اسے اسد بن عمرو نے جو اسد بن موسیٰ بن اسد کے والد ہیں نے روایت کیا ہے۔ اس میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت

1۔ صحیح مسلم، کتاب الجمعہ، جلد 1، صفحہ 284
2۔ سنن دار قطنی، کتاب الجمعہ، ذکر العدد فی الجمعہ، جلد 2، صفحہ 4، حدیث 5
3۔ تفسیر کشاف، جلد 4، صفحہ 536

عثمان غنی، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبد الرحمن بن عوف، حضرت ابو عبیدہ بن جراح، حضرت سعید بن زید، حضرت بلال رضی اللہ عنہ ایک روایت میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور دوسری روایت میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ تھے۔

میں کہتا ہوں: اس روایت میں حضرت جابر کا ذکر نہیں، امام مسلم نے ذکر کیا ہے کہ وہ ان میں سے تھے۔ دار قطنی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ ابو داؤد نے اپنی مراسیل میں اس کے سبب کا ذکر کیا ہے (1) جس کے باعث انہوں نے اپنے آپ کو خطبہ سننے کے ترک میں رخصت پائی جبکہ اپنی فضیلت کے باعث وہ اس کے مستحق تھے کہ ایسا نہ کرتے کہا: محمود بن خالد، ولید سے وہ ابو معاذ بکر بن معروف سے وہ حضرت مقاتل بن حیان سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ سے پہلے جمعہ کی نماز پڑھاتے تھے جس طرح عیدین کا معمول ہے یہاں تک کہ جمعہ کا دن تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے جبکہ جمعہ کی نماز پڑھ لی تھی ایک آدمی آیا، اس نے کہا: حضرت دحیہ کلبی تجارتی سامان لائے ہیں۔ حضرت دحیہ جب تجارتی سامان لاتے تو اس کے اہل دف بجا کر ان کا استقبال کرتے۔ لوگ نکلے انہوں نے گمان کیا کہ خطبہ کو چھوڑ دینے میں ان کے لیے کچھ بھی نہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ کو پہلے کر دیا اور نماز کو موخر کر دیا۔ اس نہی کے بعد کوئی آدمی نکسیر یا حدث کی صورت میں باہر نہ نکلتا مگر وہ اجازت لیتا اور انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی سے اشارہ کرتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے اجازت دیتے پھر اسے ہاتھ سے اشارہ کرتے۔ منافقین میں سے کچھ لوگ ایسے تھے جن پر خطبہ سننا اور مسجد میں بیٹھنا بوجھل محسوس ہوتا۔ جب مسلمانوں میں سے کوئی اجازت لیتا تو منافق اس کے پہلو میں کھڑا ہو جاتا۔ اپنے آپ کو اس کے پیچھے چھپا لیتا یہاں تک کہ باہر نکل جاتا تو اللہ تعالیٰ نے قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا (النور: 63) کو نازل فرمایا۔ سہیل نے کہا: یہ خبر اگرچہ صحیح سند سے ثابت نہیں تاہم صحابہ کرام کے بارے میں حسن ظن ثابت کرتا ہے کہ یہ صحیح ہو۔ قتادہ نے کہا: ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ صحابہ نے یہ عمل تین دفعہ کیا۔ ہر دفعہ شام سے تجارتی قافلہ آیا تھا اور ہر دفعہ جمعہ کے دن آیا تھا۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: ان کا نکلنا صرف دحیہ کلبی کے تجارتی قافلہ کے لیے تھا اور اس قافلہ کو گزرتے ہوئے دیکھنے کے لیے تھا یہ سراسر لہو تھا اس میں کوئی فائدہ نہیں تھا۔ اگر اس کے علاوہ کے لیے ان کا نکلنا ہوتا تو اس میں کوئی گناہ نہ ہوتا، لیکن جب اس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اعراض متصل تھا اور آپ کی بارگاہ سے اٹھ جانا شامل تھا تو اس میں سختی آ گئی اور یہ عمل بڑا ہو گیا اور اس بارے میں قرآن نازل ہوا اور اسے لہو کا نام دے کر اس کی حقارت بیان کی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں ارشاد مروی ہے: کل ما یلھو بہ الرجل باطل الا رمیہ بقوسہ انسان جس کے ساتھ لہو کرتا ہے وہ عمل باطل ہے سوائے کمان کے ذریعے تیر پھینکنے کے۔ سورۃ الانفال میں یہ گزر چکی ہے۔ تمام تر تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جب عورتوں کے نکاح کیے جاتے تو وہ آلات لہو اور طبل کے ساتھ گزرتیں تو صحابہ ان کی طرف چلے گئے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ کنایہ کو تجارت کی طرف پھیرا کیونکہ تجارت اہم ہے۔ طلحہ بن مصرف نے و

1۔ سنن ابی داؤد، باب ما جاء فی الخطبۃ یوم الجمعہ، جلد 2، صفحہ 7

اِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا نے قراءت کی ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: معنی ہے جب وہ تجارت دیکھتے ہیں تو اس کی طرف چلے جاتے ہیں یا لہو ولعب دیکھتے ہیں تو اس کی طرف نکل جاتے ہیں تو کلام کے دلالت کرنے کی وجہ سے اسے حذف کر دیا؛ جس طرح شاعر نے کہا:

نحن بما عندنا وأنت بما عندك راضٍ والرأيُ مُخْتَلِفُ

ہم اس پر راضی ہیں جو ہمارے پاس ہے اور تو اس پر راضی ہے جو تیرے پاس ہے جبکہ رائے مختلف ہے۔

ایک قول یہ کیا گیا: عربی زبان میں یہ سب سے عمدہ ہے کہ ضمیر کو دونوں اسموں میں سے دوسرے اسم کے لیے بنایا جائے۔

**مسئلہ نمبر 2**۔ جتنے افراد کے ساتھ جمعہ ہوتا ہے اس کی تعداد میں علماء کا اختلاف ہے۔ (۱) حضرت حسن بصری نے کہا: دو افراد کے ساتھ جمعہ منعقد ہو جاتا ہے (1)۔ (۲) لیث اور امام ابو یوسف نے کہا: تین افراد کے ساتھ جمعہ ہو جاتا ہے۔ (۳) سفیان ثوری اور امام ابو حنیفہ نے فرمایا: چار افراد کے ساتھ جمعہ ہوتا ہے (2)۔ (۴) ربیعہ نے کہا: بارہ افراد کے ساتھ جمعہ ہوتا ہے۔ نجاد ابو بکر احمد بن سلیمان نے ذکر کیا ابو خالد یزید بن ہیثم بن طہمان دقاق، صبح بن دینار سے وہ معافی بن عمران سے وہ معقل بن عبید اللہ سے وہ زہری سے وہ اپنی سند کے ساتھ مصعب بن عمیر سے روایت نقل کرتے ہیں تو نبی کریم ﷺ نے انہیں مدینہ طیبہ کی طرف بھیجا۔ آپ حضرت سعد بن معاذ کے گھر ٹھہرے آپ نے انہیں جمعہ کی نماز پڑھائی جبکہ ان کی تعداد بارہ تھی۔ اس روز ان لوگوں کے لیے ایک بکری ذبح کی گئی۔ (۵) امام شافعی نے کہا: چالیس افراد ہوں۔ ابو اسحاق شیرازی نے ''کتاب التنبیہ علی مذہب الامام شافعی'' میں کہا: ہر وہ دیہات جس میں چالیس عاقل، بالغ، آزاد اور مقیم مرد ہوں وہ موسم سرما اور موسم گرما میں وہاں سے کوچ نہیں کرتے سفر کرتے بھی ہیں تو مجبوری کی وجہ سے اور وہ خطبہ کی ابتدا سے نماز جمعہ کے قیام تک وہاں حاضر رہتے ہیں تو ان پر جمعہ واجب ہو جائے گا۔ امام احمد اور امام اسحاق اسی قول کی طرف مائل ہوئے ہیں اور ان دونوں نے یہ شرطیں نہیں لگائیں۔ امام مالک نے کہا: جب بستی ایسی ہو جس میں بازار اور مسجد ہو تو تعداد کا اعتبار کیے بغیر ان پر نماز جمعہ فرض ہوگی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے یہ فرمان جاری کیا: جس بستی میں تیس گھر ہوں ان پر جمعہ لازم ہوگا۔

امام ابو حنیفہ نے کہا: شہر کی قریبی بستیوں اور دیہاتوں کے مکین لوگوں پر جمعہ واجب نہیں ہوتا ان میں نماز جمعہ پڑھنا بھی جائز نہیں (3)۔ جمعہ کے وجوب اور اس کے انعقاد میں آپ نے یہ شرطیں لگائی ہیں۔ ا: بڑا شہر، قوی سلطان، بارونق بازار اور جاری نہر۔ انہوں نے حضرت علی شیر خدا کی ایک حدیث سے استدلال کیا ہے: کوئی نماز جمعہ اور تکبیرات تشریق نہیں مگر بڑے شہر میں اور ایسے ساتھی جوان کے معاون ہوں؛ اس قول کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت رد کرتی ہے۔ فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی مسجد کے بعد جس مسجد میں سب سے پہلے جمعہ ادا کیا گیا وہ بحرین کے دیہاتوں میں سے ایک دیہات کی مسجد ہے جسے جواثی کہا جاتا (4)۔ امام شافعی کی چالیس افراد میں دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث ہے جسے دار قطنی نے نقل کیا

---

1۔ تفسیر حسن بصری، جلد 5، صفحہ 158
2۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 380
3۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 381
4۔ سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، الجمعہ فی القری، جلد 1، صفحہ 153

ہے۔ سنن ابن ماجہ، دارقطنی اور بیہقی کی دلائل النبوۃ میں عبدالرحمن بن کعب بن مالک سے مروی ہے کہا: جب میرے والد کی نظر جاتی رہی تو میں اپنے والد کو ساتھ لے کر جاتا جب میں انہیں جمعہ کے لیے لے کر چلا تو انہوں نے آذان کی آواز سنی تو حضرات ابوامامہ کے لیے دعا اور استغفار کی۔ کافی عرصہ تک ان کا یہی معمول رہا (1)۔ وہ جمعہ کی آذان نہیں سنتے تھے مگر وہ یہی عمل کرتے۔ میں نے ان سے عرض کی: اے میرے ابا جان! جب بھی آپ جمعہ کی آذان سنتے ہیں تو آپ حضرت امامہ کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا: اے بیٹے! یہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے حرہ بن بیاضہ (2) جسے نقیع الخضمات کہتے اس کی پست جگہ میں مدینہ طیبہ میں پہلا جمعہ پڑھایا تھا۔ میں نے پوچھا: اس وقت تمہاری تعداد کتنی تھی؟ فرمایا: چالیس۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: طریقہ یہ چلتا آرہا ہے ہر تین افراد میں ایک امام ہو اور ہر چالیس یا اس سے زائد افراد میں جمعہ، عید قربان اور عید فطر ہو (3)۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ جماعت ہیں؛ اسے دارقطنی نے روایت کیا ہے۔ ابوبکر احمد بن سلیمان نجاد نے روایت نقل کی ہے: عبدالملک بن محمد رقاشی پر یہ روایت پڑھی گئی جبکہ میں خود سن رہا تھا کہ مجھے رجاء بن سلمہ نے حدیث بیان کی وہ اپنے باپ سے وہ روح بن غطیب ثقفی سے وہ زہری سے وہ ابوسلمہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کتنے افراد پر جمعہ واجب ہوتا ہے؟ فرمایا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی تعداد پچاس ہوگئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جمعہ کی نماز پڑھائی۔ عبدالملک بن محمد کو یہ روایت سنائی گئی جبکہ میں سن رہا تھا کہ رجاء بن مسلمہ، عباد بن عباد مہلبی سے وہ جعفر بن زبیر سے وہ قاسم سے وہ حضرت ابوامامہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جمعہ پچاس افراد پر واجب ہوتا ہے اس سے کم افراد پر واجب نہیں ہوتا'' (4)۔

ابن منذر نے کہا: حضرت عمر بن عبدالعزیز نے یہ فرمان جاری کیا جس بستی میں پچاس آدمی جمع ہو جائیں وہ جمعہ کی نماز پڑھیں۔ زہری نے ام عبداللہ دوسیہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جمعہ ہر دیہات والوں پر واجب ہے اگرچہ اس میں چار افراد بھی نہ ہوں'' (5)۔ یہاں قری سے مراد شہر ہیں۔ یہ زہری سے ثابت نہیں۔ ایک روایت میں ہے: ''جمعہ ہر بستی والوں پر واجب ہے اگرچہ اس میں تین افراد ہوں اور چوتھا ان کا امام ہو'' (6)۔ زہری کا سماع دوسیہ سے ثابت نہیں اس کی سند میں حکم نامی شخص متروک ہے۔

**مسئلہ نمبر 3**۔ جمعہ امام کی اجازت اور اس کی موجودگی کے بغیر بھی صحیح ہے۔ امام ابوحنیفہ نے کہا: اس کی شرطوں میں سے ایک شرط امام یا خلیفہ کا ہوتا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ ولید بن عقبہ جو کوفہ کا والی تھا ایک روز اس نے دیر کی تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی اجازت کے بغیر لوگوں کو نماز جمعہ پڑھا دی۔ یہ بھی روایت بیان کی جاتی ہے کہ جن دنوں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کیا گیا تھا ان دنوں میں حضرت علی شیر خدا نے نماز جمعہ پڑھائی تھی۔ یہ منقول نہیں کہ حضرت علی نے حضرت

1۔ سنن دارقطنی، کتاب الجمعہ، ذکر العدد فی الجمعہ، جلد 2، صفحہ 6
2۔ مدینہ طیبہ سے ایک میل کی مسافت پر دیہات ہے۔
3۔ سنن دارقطنی، کتاب الجمعہ، ذکر العدد فی الجمعہ، جلد 2، صفحہ 4
4۔ ایضاً
5۔ کنز العمال، جلد 7، صفحہ 723، حدیث 21099
6۔ ایضاً، صفحہ 725، حدیث 21118

عثمان سے اس کی اجازت طلب کی تھی۔ روایت بیان کی جاتی ہے کہ سعید بن عاصی والی مدینہ جب مدینہ طیبہ سے باہر گئے تو حضرت ابو موسیٰ اشعری نے لوگوں کو نماز جمعہ پڑھائی جبکہ اجازت طلب نہیں کی تھی۔ امام مالک نے کہا: اللہ کی زمین میں اللہ کے فرائض ہیں اللہ تعالیٰ انہیں ضائع نہیں کرتا والی اس کی ذمہ داری اٹھائے یا نہ اٹھائے۔

**مسئلہ نمبر 4**۔ ہمارے علماء نے کہا: اس کی ادائیگی کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ اس کے لیے چھت والی مسجد ہونی چاہئے۔ ابن عربی نے کہا: میں اس کی وجہ نہیں جانتا (1)۔ میں کہتا ہوں: اس کی وجہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: وَّ طَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ (الحج: 26) اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ (النور: 36) بیت کی حقیقت یہ ہے کہ وہ دیواروں اور چھت والا ہو۔ یہی عرف ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

**مسئلہ نمبر 5**۔ وَ تَرَكُوْكَ قَآئِمًا جب خطیب خطبہ دے تو وہ منبر پر کھڑا ہو (2)۔ علقمہ نے کہا: حضرت عبد اللہ سے پوچھا گیا: کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے؟ فرمایا: کیا تو وَ تَرَكُوْكَ قَآئِمًا نہیں پڑھتا۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت کعب بن عجرہ مسجد میں داخل ہوئے جبکہ عبد الرحمن بن ام الحکم بیٹھے خطبہ دے رہا تھا۔ فرمایا: اس خبیث کو دیکھو بیٹھ کر خطبہ دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَ تَرَكُوْكَ قَآئِمًا۔ (3)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے پھر بیٹھ جاتے پھر کھڑے ہوتے اور خطبہ ارشاد فرماتے۔ جو آدمی آپ کو یہ بتائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر خطبہ ارشاد فرماتے تو اس نے جھوٹ بولا۔ اللہ کی قسم! میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو ہزار سے زائد نمازیں پڑھی ہیں (4)۔ جمہور فقہاء اور ائمہ کا یہی نقطہ نظر ہے۔ امام ابو حنیفہ نے کہا: خطبہ میں قیام شرط نہیں۔ یہ روایت کی جاتی ہے جس نے سب سے پہلے بیٹھ کا خطبہ دیا وہ حضرت امیر معاویہ ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا یہاں تک کہ رقت طاری ہوگئی تو آپ نے بیٹھ کر خطبہ دیا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بڑھاپے کی وجہ سے بیٹھ کر خطبہ دیتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے پھر بیٹھتے پھر کھڑے ہوتے اور بیٹھنے کے دوران کوئی گفتگو نہ کرتے۔ حضرت جابر بن سمرہ نے اسے ہی روایت کیا ہے۔ حضرت ابن عمر سے بھی بخاری میں اسی طرح مروی ہے (5)۔

**مسئلہ نمبر 6**۔ خطبہ جمعہ کے انعقاد میں شرط ہے، اس کے بغیر نماز جمعہ صحیح نہیں ہوتی؛ جمہور علماء کا یہی قول ہے۔ حضرت حسن بصری نے کہا: یہ مستحب ہے (6)۔ ابن ماجشون نے بھی اسی طرح کہا ہے: یہ سنت ہے فرض نہیں۔ سعید بن جبیر نے کہا: یہ ظہر کی دو رکعتوں کے قائم مقام ہے۔ جب وہ خطبہ ترک کر دے اور نماز جمعہ ادا کرے تو نماز ظہر کی دو رکعتوں کو ترک کیا۔ اس کے وجوب پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: وَ تَرَكُوْكَ قَآئِمًا یہ مذمت ہے۔ شرعاً واجب کے ترک کرنے والے کی

---

1۔ احکام القرآن لابن العربی، جلد 4، صفحہ 1803
2۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الجمعہ، ما جاء فی الخطبۃ یوم الجمعہ، جلد 2، صفحہ 79
3۔ صحیح مسلم، کتاب الجمعہ، جلد 1، صفحہ 284
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 283
5۔ صحیح بخاری، کتاب الجمعہ، الخطبۃ قائماً، جلد 1، صفحہ 125
6۔ تفسیر حسن بصری، جلد 5، صفحہ 158

ہی مذمت کی جاتی ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے خطبہ کے بغیر نماز جمعہ کو ادا نہیں کیا۔

**مسئلہ نمبر 7۔** کمان یا عصا پر ٹیک لگا کر خطبہ دے۔ سنن ابن ماجہ میں ہے ہشام بن عمار، عبد الرحمن بن سعد سے وہ اپنے باپ سے وہ دادا سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب حالت جنگ میں خطبہ ارشاد فرماتے تو کمان پہ ٹیک لگا کر خطبہ دیتے اور جمعہ میں خطبہ ارشاد فرماتے تو عصا کے سہارے خطبہ ارشاد فرماتے (1)۔

**مسئلہ نمبر 8۔** امام جب منبر پر چڑھے تو امام شافعی اور دوسرے علماء کے نزدیک لوگوں کو سلام کہے۔ امام مالک کی یہ رائے نہیں۔ ابن ماجہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب منبر پر تشریف فرما ہوتے تو سلام فرماتے (2)۔

**مسئلہ نمبر 9۔** جب امام تمام خطبہ یا کچھ حصہ وضو کے بغیر دے تو امام مالک کے نزدیک اس نے غلط کام کیا۔ جب نماز وضو کے ساتھ پڑھی تو اس پر خطبہ کا اعادہ نہیں۔ وضو کے وجوب میں امام شافعی کے دو قول ہیں۔ نئے قول میں آپ نے وضو کو شرط قرار دیا ہے اور قدیم قول میں اسے شرط قرار نہیں دیا؛ یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔

**مسئلہ نمبر 10۔** کم سے کم جس کے ساتھ خطبہ جائز ہو جائے گا وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرے، نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے، لوگوں کو تقویٰ کی وصیت کرے اور قرآن حکیم کی ایک آیت پڑھے دوسرے خطبہ میں یہی چار چیزیں واجب ہیں مگر پہلے میں قراءت کی نسبت دوسرے میں دعا کرے؛ یہ اکثر فقہاء کا نقطہ نظر ہے۔ امام ابوحنیفہ نے کہا: اگر اس نے الحمد للہ، سبحان اللہ اور اللہ اکبر پر اکتفاء کیا تو یہ کافی ہو جائے گا (3)۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ منبر پر چڑھے تو الحمد للہ کے الفاظ کہے تو زبان لڑکھڑا گئی فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس جگہ کے لیے گفتگو تیار کیا کرتے تھے۔ تمہیں ایسے امام کی زیادہ ضرورت ہے جو گفتگو کی بجائے عمل کرنے والا ہو۔ تمہارے سامنے خطبے ہوتے رہیں گے پھر آپ نیچے اتر آئے اور نماز پڑھائی۔ یہ واقعہ صحابہ کی موجودگی میں ہوا تو کسی نے اس کا انکار نہ کیا۔ امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا: اتنا خطبہ دینا ضروری ہے جس کو خطبہ کہا جا سکے؛ یہی امام شافعی کا قول ہے۔ ابو عمر بن عبد البر نے کہا: اس بارے میں جو گفتگو کی گئی ہے اس میں یہ صحیح ترین ہے۔

**مسئلہ نمبر 11۔** صحیح مسلم میں حضرت یعلی بن امیہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو منبر پر یہ پڑھتے ہوئے سنا: وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ (الزخرف: 77) اس بارے میں حضرت عمرہ بنت عبد الرحمن کی حدیث ہے جو وہ اپنی بہن سے نقل کرتی ہیں کہ میں نے قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۝ نبی کریم ﷺ کی زبان سے یاد کی ہے۔ آپ ﷺ اسے ہر جمعہ کے موقع پر منبر پر بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے (4)۔ سورۂ ق کے شروع میں یہ گزر چکی ہے۔ امام ابو داؤد زہری سے مرسل میں روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ کے خطبہ کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا الحمد للہ نحمدہ و نستعینہ و نستغفرہ و

---

1۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الجمعہ، ما جاء فی الخطبۃ یوم الجمعہ، صفحہ 79 2۔ ایضاً
3۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 380 4۔ صحیح مسلم، کتاب الجمعہ، قراءۃ القرآن فی الخطبۃ، جلد 1، صفحہ 286

نعوذ بہ من شرور أنفسنا(1)۔

''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں، ہم اس کی مدد چاہتے ہیں، ہم اس سے بخشش طلب کرتے ہیں، ہم اپنے نفوس کی شر سے اس کی پناہ چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جسے ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جس کے حق میں وہ گمراہی مقدر کردے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ ہم گواہی دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں اور حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت سے پہلے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ ہدایت پا جاتا ہے اور جو ان دونوں کی نافرمانی کرتا ہے وہ گمراہ ہو جاتا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ جو ہمارا رب ہے سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ان لوگوں میں سے بنائے جو اس کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں اس کی رضا کی پیروی کرتے ہیں اور اس کی ناراضگی سے اجتناب کرتے ہیں ہم اس کے ساتھ ہیں اور اسی کے لیے ہیں''۔

ان سے یہ بھی مروی ہے کہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیتے تو ارشاد فرماتے: ''ہر آنے والی چیز قریب ہے اور جو آنے والی ہے وہ کوئی دور نہیں اللہ تعالیٰ کسی کی جلد بازی کے لیے اسے جلدی نہیں لاتا اور لوگوں کی وجہ سے تخفیف نہیں کرتا وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے نہ کہ وہ جو لوگ چاہیں ایک امر ہے جس کا اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے اور ایک امر وہ ہے جس کا لوگ ارادہ کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے اگرچہ لوگ ناپسند کریں، اللہ تعالیٰ جسے قریب کرے اسے دور کرنے والا کوئی نہیں، اللہ تعالیٰ جسے دور کرے اسے قریب کرنے والا کوئی نہیں، اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی شی واقع ہونے والی نہیں'' (2)۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز خطبہ ارشاد فرماتے اللہ تعالیٰ کی حمد اور انبیاء پر درود پڑھنے کے بعد آپ فرماتے: ''اے لوگو! تمہارے لیے علامتیں ہیں اپنی علامتوں کی طرف چلو تمہارے لیے انتہائیں ہیں اپنی انتہاء کی طرف چلو، بے شک بندہ مومن دو خوفوں کے درمیان ہے۔ ان خوفوں میں سے ایک اجل ہے جو گزر چکی ہے وہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کیا فیصلہ فرمانے والا ہے اور ایک اجل ہے جو باقی ہے وہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ اس میں اس کے ساتھ کیا معاملہ کرنے والا ہے پس بندے کو چاہئے کہ اپنی ذات میں سے اپنی ذات کے لیے لے اور اپنی دنیا سے آخرت کے لیے حصہ بنائے، اپنی جوانی سے اپنے بڑھاپے کے لیے اور اپنی زندگی سے اپنی آخرت کے لیے حصہ بنائے۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! موت کے بعد رضا کے طلب کرنے کا موقع نہیں اور دنیا کے بعد کوئی دار نہیں مگر جنت ہے یا جہنم۔ میں یہ کہتا ہوں اور اپنے لیے اور تمہارے لیے بخشش کا طالب ہوں''۔ جب آپ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ نے جو پہلا خطبہ ارشاد فرمایا وہ پہلے گزر چکا ہے۔

**مسئلہ نمبر 12**۔ جو خطبہ کو سنے اس پر خطبہ کے لیے خاموش رہنا واجب ہے، سنت یہ ہے کہ جو اسے سنے اور جو نہ سن سکے وہ اس کے لیے خاموش رہے انشاء اللہ دونوں اجر میں برابر ہیں۔ جس نے اس وقت گفتگو کی اس نے لغو عمل کیا اس کے

1۔ سنن ابی داؤد، باب الصلوٰۃ، جلد 1، صفحہ 157 2۔ ایضاً، صفحہ 7

ساتھ اس کی نماز میں فساد واقع نہیں ہوگا۔ صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تو نے جمعہ کے روز اپنے ساتھی سے کہا: تو خاموش رہ جبکہ امام خطبہ دے رہا ہو تو تو نے لغو عمل کیا'' (1)۔ زمخشری نے کہا: جب خاموش کرانے والے نے اپنے ساتھی سے کہا: تو خاموش ہو جا تو اس نے لغو عمل کیا (2)۔ کہا: وہ خطیب جو اس میں غلو کرتا ہے وہ لغو عمل کرنے والا نہیں ہوگا ہم اسلام کی تنہائی اور ایام کے بے نفع ہونے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔

**مسئلہ نمبر 13**۔ امام جب منبر پر چڑھے تو لوگ اس کی طرف منہ کریں۔ امام ابوداؤد نے ابان بن عبداللہ سے مرسل روایت نقل کی ہے کہ میں جمعہ کے روز عدی بن ثابت کے ساتھ تھا جب امام نکلا یا کہا: منبر پر چڑھا تو امام کی طرف منہ کر لیا کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ بھی اسی طرح کیا کرتے تھے؛ اسے ابن ماجہ نے عدی بن ثابت سے وہ اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں (3)۔ اسناد میں یہ اضافہ کیا عن ابیہ کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب منبر پر کھڑے ہوتے تو صحابہ کرام اپنے منہ ان کی طرف کر لیتے تھے۔ ابن ماجہ نے کہا: میں امید کرتا ہوں کہ یہ روایت متصل ہوگی۔

میں کہتا ہوں: ابو نعیم حافظ محمد بن معمر نے وہ عبداللہ بن محمد ناجیہ سے وہ عباد بن یعقوب سے وہ محمد بن فضل خراسانی سے وہ منصور سے وہ ابراہیم سے وہ علقمہ سے وہ حضرت عبداللہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب منبر پر کھڑے ہو جاتے تو ہم اپنے منہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر لیتے۔ محمد بن فضل بن عطیہ منصور سے روایت کرنے میں متفرد ہیں۔

**مسئلہ نمبر 14**۔ امام خطبہ دے رہا ہو تو جو آدمی مسجد میں داخل ہوتا ہے وہ نماز نہ پڑھے؛ یہ امام مالک کا نقطہ نظر ہے؛ یہ ابن شہاب اور دوسرے لوگوں کی رائے ہے۔ موطا میں ان سے مروی ہے: امام کا نکلنا نماز کو قطع کر دیتا ہے اور اس کی گفتگو کلام کو ختم کر دیتی ہے۔ یہ مرسل ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت مروی ہے: اذا جاء احدکم یوم الجمعة والامام یخطب فلیرکع رکعتین ولیتجوز فیھما (4)۔

تم میں سے کوئی جب جمعہ کے روز آئے جبکہ امام خطبہ دے رہا ہو تو وہ دو رکعت نماز پڑھے اور ان میں اختصار سے کام لے۔ یہ نماز پڑھنے میں نص ہے۔ امام شافعی اور دوسرے علماء یہی کہتے ہیں۔

**مسئلہ نمبر 15**۔ ابن عون نے ابن سیرین سے روایت نقل کی ہے کہ امام خطبہ دے رہا ہو تو علماء نیند کو ناپسند کرتے اور اس بارے میں سخت قول کرتے۔ ابن عون نے کہا: اس کے بعد پھر مجھے ملے پوچھا: تو جانتا ہے وہ کیا کہتے تھے؟ کہا: وہ کہتے ان کی مثال اس لشکر کی سی ہے جو اخفقوا کا شکار ہوئے۔ پھر پوچھا: کیا تو جانتا ہے۔ اخفقوا کیا ہے؟ اس نے کچھ بھی غنیمت نہ پائی۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اذا نَعِسَ أحد کم فلیتحول الی مقعد صاحبه ولیتحول صاحبه الی مقعده (5) تم میں سے جب کسی کو اونگھ آ جائے تو وہ اپنے ساتھی کی جگہ چلا جائے اور اس کا

---

1۔ صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، ابواب الجمعہ، جلد 1، صفحہ 281 2۔ تفسیر کشاف، جلد 4، صفحہ 535

3۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الصلوٰۃ، صفحہ 81

4۔ صحیح مسلم، کتاب الجمعہ، من دخل المسجد والامام یخطب، جلد 1، صفحہ 287

5۔ السنن الکبریٰ، کتاب الجمعہ، النعاس فی الجمعہ، جلد 3، صفحہ 238

ساتھی اس کی جگہ آ جائے۔

**مسئلہ نمبر 16**۔ ہم اس میں جمعہ کی فضیلت اور فرضیت کا ذکر کریں گے جسے ہم نے ذکر نہیں کیا۔ ائمہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم جمعہ کا ذکر کیا فرمایا: ''اس میں ایک گھڑی ہے جسے بندہ مومن نہیں پاتا مگر وہ نماز پڑھ رہا ہو وہ اس میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے عطا فرما دیتا ہے'' (1)۔ اپنے ہاتھ سے اس کے تھوڑا ہونے کی طرف اشارہ کیا۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''یہ امام کے بیٹھنے سے لے کر نماز کے مکمل ہونے تک کا وقت ہے'' (2)۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے پاس تشریف لانے میں دیر کر دی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو ہم نے عرض کی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روک لیا گیا؟ فرمایا: ''اس کی وجہ یہ تھی کہ جبرئیل امین میرے پاس سفید آئینہ کی طرح کی چیز لائے جس میں سیاہ نکتہ تھا (3)۔ میں نے پوچھا: اے جبرئیل! یہ کیا ہے؟ حضرت جبرئیل امین نے عرض کی: یہ جمعہ ہے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے بھلائی ہے۔ یہود و نصاریٰ نے اس کا ارادہ کیا تو انہوں نے اس میں غلطی کی۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس کی ہدایت عطا فرمائی۔ میں نے پوچھا: اے جبریل! یہ سیاہ نکتہ کیا ہے؟ عرض کی: یہ جمعہ کے دن وہ گھڑی ہے کوئی مسلمان بندہ نہیں پاتا جس میں وہ خیر کا سوال کر رہا ہو تو اللہ تعالیٰ اسے عطا فرما دیتا ہے یا اس کی مثل اس کے لیے قیامت کے روز ذخیرہ فرما دیتا ہے یا اس کی مثل برائی اس سے دور کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ بہترین دن ہے۔ اہل جنت اسے یوم مزید کا نام دیتے ہیں''۔ اور حدیث ذکر کی۔ ابن مبارک اور یحییٰ بن سلام نے کہا: مسعودی، منہال بن عمرو سے وہ ابو عبیدہ سے وہ عبد اللہ بن عتبہ سے وہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں: ''جمعہ کی طرف جلدی کرو کیونکہ یہ جمعہ کے دن اللہ تعالیٰ اہل جنت کے لیے سفید کافور کے ٹیلے میں ظہور فرمائے گا''۔ ابن مبارک نے کہا: وہ اس کے اس قدر قریب ہوں گے جس قدر وہ دنیا میں جمعہ کے لیے جلدی کیا کرتے تھے۔ یحییٰ بن سلام نے کہا: جس طرح وہ دنیا میں جمعہ کی طرف جلدی کیا کرتے تھے۔ اور ان الفاظ کا اضافہ کیا۔ وہ ان کے لیے کرامت میں سے ایسی چیز پیدا فرمائے گا جس کو انہوں نے اس سے قبل نہیں دیکھا ہو گا۔ یحییٰ نے کہا: میں نے مسعودی کے علاوہ کسی کو نہیں سنا جس میں وہ اضافہ کرتا ہے وہ آیت کریمہ کا حصہ ہے وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ۝ (ق)

میں کہتا ہوں: فی کثیب نیلے میں سے مراد ہے جنتی یعنی وہ جنتی اس ٹیلہ پر ہونگے جس طرح حضرت حسن بصری نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جنتی جمعہ کو اپنے رب کا دیدار کریں گے جبکہ وہ کافور کے ٹیلہ پر ہونگے جس کی اطراف کو نہیں دیکھا جا سکے گا، اس میں جاری نہر ہو گی جس کے دونوں کنارے کستوری کے ہونگے اس پر ایسی دوشیزائیں ہونگی وہ سب سے اچھی آواز میں قرآن پڑھ رہی ہونگی جسے پہلوں اور پچھلوں نے سنا ہو گا۔ جب وہ اپنی اپنی

1۔ صحیح مسلم، کتاب الجمعہ، ذکر الساعۃ التی تقبل فیہا دعوۃ العبد، جلد 1، صفحہ 281 2۔ ایضاً

3۔ الترغیب والترہیب، کتاب الجمعہ، جلد 1، صفحہ 489 (روایت بالمعنی)

منازل کی طرف جائیں گے تو ہر ایک جس کا ہاتھ چاہے گا پکڑ کر لے جائے گا پھر وہ موتیوں سے بنی پلوں پر سے گزر کر اپنے گھروں کو جائیں گے (1)۔ اگر اللہ تعالیٰ ان کی ان کے گھروں کی طرف راہنمائی نہ فرمائے تو وہ اپنے گھروں کی راہ نہ پائیں۔ اس کی وجہ یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ ہر جمعہ کو ان کے لیے نئی نئی چیزیں پیدا فرمائے گا؛ اسے یحییٰ بن سلام نے ذکر کیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس رات مجھے معراج کرائی گئی میں نے عرش کے نیچے ستر شہر دیکھے ان میں سے ہر شہر تمہارے ان شہروں سے ستر گنا بڑا ہے، وہ فرشتوں سے بھرا ہوا ہے جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور تقدیس کرتے ہیں وہ اس کی تسبیح کرتے ہوئے کہتے ہیں: اے اللہ! اسے بخش دے جو جمعہ کو حاضر ہو، اے اللہ! اسے بخش دے جس نے جمعہ کے روز غسل کیا'' اسے ثعلبی نے ذکر کیا۔

قاضی شریف ابو الحسن علی بن عبد اللہ بن ابراہیم ہاشمی عیسوی جو عیسیٰ بن علی بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اولاد میں سے تھے۔ یہ صحیح سند کے ساتھ حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ قیامت کے روز دنوں کو ان کی حالت پر اٹھائے گا اور جمعہ کے دن کو روشن و منور اٹھائے گا جمعہ والے اس کو گھیرے ہونگے جس طرح ایک دلہن ہو جسے معزز خاوند کی طرف بھیجا جا رہا ہو وہ ان کے لیے روشن ہوتی ہے جس کی روشنی میں وہ لوگ چلتے ہیں ان کے رنگ برف کی طرح سفید اور ان کی ہوا کستوری کی طرح پھیل رہی ہوگی۔ وہ کافور کے پہاڑوں میں داخل ہونگے انہیں جن و انس دیکھیں گے۔ وہ جنت میں داخل ہونگے کوئی ان کے ساتھ خلط ملط نہیں ہوگا مگر ایسے موذن جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر آذان دیتا ہے''۔

سنن ابن ماجہ میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک گناہوں کا کفارہ ہے۔ جب تک گناہ کبیرہ چھانہ جائیں'' (2)۔ امام مسلم نے بھی اسی کی ہم معنی روایت نقل کی ہے۔ اوس بن اوس ثقفی سے مروی ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''جس نے جمعہ کے روز غسل کرایا اور خود غسل کیا، جلدی اٹھایا اور خود جلدی اٹھا اور پیدل چلا اور سوار نہ ہوا اور امام کے قریب بیٹھا اور کوئی لغو عمل نہ کیا اس کے لیے ہر قدم کے عوض سال بھر کا عمل ہے۔ جس کے دنوں کے روزے اور راتوں کے قیام کا اجر ہوگا'' (3)۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرو قبل اس کے کہ تمہیں موت آئے (4)، مشغول ہونے سے پہلے اعمال حسنہ کی طرف جلدی کرو اپنے اور اپنے رب کے درمیان تعلق اس کا کثرت سے ذکر کر کے اور مخفی و اعلانیہ صدقہ کثرت سے کر کے تعلق مضبوط کرو تو تمہیں رزق دیا جائیگا، تمہاری مدد کی جائے گی اور تمہیں اجر دیا جائیگا۔ یہ جان لو! اللہ تعالیٰ نے تم پر میری اس جگہ، میرے اس شہر اور اس سال جمعہ فرض کیا ہے یہ قیامت تک فرض ہے۔ جس نے میری زندگی یا میرے پردہ کرنے کے بعد اسے ترک کیا جبکہ اس کا عادل امام یا

1۔ تفسیر حسن بصری، جلد 5، صفحہ 156 2۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الصلوٰۃ، فضل الجمعہ، 77۔ ایضاً حدیث نمبر 1075، ضیاء القرآن پبلی کیشنز
3۔ مشکوٰۃ المصابیح، صفحہ 122 4۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الصلوٰۃ، فرض الجمعہ، صفحہ 77۔ ایضاً حدیث نمبر 1076، ضیاء القرآن پبلی کیشنز

ظالم امام ہو وہ اس کی تحقیر کرتا ہو یا اس کا انکار کرتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی جمعیت کو قائم نہ رکھے اور اس کے معاملہ میں برکت نہ رکھے خبردار! اس کی کوئی نماز نہیں، اس کی کوئی زکوٰۃ نہیں، اس کا کوئی حج نہیں، اس کا کوئی روزہ نہیں اور اس کی کوئی نیکی نہیں یہاں تک کہ وہ توبہ کرے جو توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس پر نظر رحمت فرماتا ہے۔ خبردار! کوئی عورت کسی مرد کی امامت نہ کرائے، کوئی بدو کسی مہاجر کی امامت نہ کرائے اور کوئی فاجر کسی مومن کی امامت نہ کرائے مگر یہ کہ حاکم اس پر جبر کرے جس کی تلوار اور ڈنڈے سے وہ آدمی خوف محسوس کرتا ہو"۔

میمون بن ابی شیبہ نے کہا: میں نے حجاج کے ساتھ جمعہ کا ارادہ کیا۔ میں نے جانے کا ارادہ کیا۔ پھر میں نے کہا: میں کہاں جاؤں گا؟ کیا میں اس فاجر کے پیچھے نماز پڑھوں گا؟ ایک دفعہ کہتا: میں جاؤں گا اور ایک دفعہ کہتا: میں نہیں جاؤں گا۔ میں نے جانے پر پختہ ارادہ کرلیا تو گھر کی جانب سے مجھے ایک ندا کرنے والے نے ندا کی: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَیْعَ۔

**مسئلہ نمبر 17**۔ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَ مِنَ التِّجَارَةِ اس میں دو وجوہ ہیں (۱) اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہاری نماز کا جو ثواب ہے وہ تمہاری لہو کی لذت اور تمہاری تجارت کے نفع سے زیادہ ہے۔ (۲) اللہ تعالیٰ کے ہاں جو تمہارا رزق ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے حق میں مقدر کیا ہے یہ اس سے بہتر ہے جو تم نے لہو اور تجارت سے حاصل کیا ہے۔ ابورجاء عطاردی نے قراءت کی: قل ما عند اللہ خیرٌ من اللھو و من التجارۃ للذین أمنوا۔

وَ اللّٰهُ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ۝ جو بھی کسی کو کوئی چیز عطا کرتا ہے ان سب سے اللہ تعالیٰ بہتر ہے، اسی سے طلب کرو اور اس کی طاعت کے ذریعے اس چیز کو حاصل کرنے میں مدد لو جو اس کے پاس ہے جو دنیا و آخرت سے بہتر ہے۔